ہمالیہ کی چوٹیوں پر

اکتوبر 1970 کارتک 1892

© بریگیڈیر گیان سنگھ

قیمت 1.50

تصویریں: انڈین ماؤنٹینیرنگ فاؤنڈیشن

PEAK TO PEAK (Urdu)

Translated by

MOHAMMED ZABIR

سیکریٹری نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا۔ اے۔۵ گرین پارک نئی دہلی۔۱۶ نے
اندر پرستھا پریس (سی۔بی۔ٹی) نہرو ہاؤس ۴ بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی ۱ میں چھپوا کر شائع کیا

ہمالیہ کی چوٹیوں پر

مصنفہ بریگیڈیر گیان سنگھ

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا

نئی دہلی

۱- ایورسٹ کا بُلاوا

اگست ۱۹۵۹ء کی بات ہے کہ مجھے
لندن میں ایک دن ایک خط ملا جس سے
مجھے بہت حیرانی ہوئی۔ انڈین ماؤنٹینیرنگ
فاؤنڈیشن کی کام چلانے والی کمیٹی نے ۱۹۶۰ء
میں ایورسٹ پر جانے والی ہندوستانی مہم
کی سرداری کے لئے مجھے چُنا تھا۔ مجھ میں جوش و
خروش تو پیدا ہوا مگر گھبراہٹ بھی۔ میں لندن
میں تھا، گھر سے کئی ہزار میل دور اور وہاں
کوئی ایسا نہ تھا جس سے میں اس کا ذکر کرتا۔
بر چڑ ... منظور کروں یا نہ کروں؟ میں
اس ... سلسلے کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا تھا
جب ... ردی جہمیں اپنی بیوی اور اپنے دوست
تین ... ایک شے اس کے بارے میں بات نہ کر لیتا۔
ہندوستان واپس آنے پر دار جلنگ
میں ... زوں کو ... سے ملا اور ان سے

اس تجویز کا ذکر کیا۔ انھوں نے بڑے تپاک اور
گرمجوشی کے ساتھ مجھ سے ہاتھ ملایا اور کہا
"بھیا تمھیں یہ تجویز ضرور منظور کر لینی چاہیے۔"
اور انھوں نے مجھے پوری مدد دینے کا وعدہ کیا
یوں یہ بات طے ہو گئی، اور میں نے یہ
عزّت قبول کر لی۔
وقت کم تھا — مشکل سے پانچ مہینے
پہلا اہم کام ٹیم منتخب کرنا تھا ... لیے
ایورسٹ کی مہم سے پہلے ... فت ... جال
سے میں اکتوبر نومبر ۱۹۵۹ تک ... بنجنے
ہوئے پہاڑ پر چڑھنے والوں کی ایک ٹیم مغربی سِکم میں ماؤنٹ کبر ... زنگ سے
تین زِنگ کی رہنمائی میں ہم کو ایسی مشکلوں پر قابو پانے کی اچھی مشق ... میں ہ... کے
راستے میں ہمارے سامنے آنے والی تھیں۔ اپنے آئندہ منصوبوں پر بھی تین زنگ ... سرح

بات چیت کی۔

ایورسٹ سے پہلے کی اس مہم سے واپسی پر تیرہ آدمیوں کی پہاڑ پر چڑھنے والی ٹیم بنالی گئی۔ دو ڈاکٹر، دو وائرلیس آپریٹر اور دوسرے۔ سب ملاکر تیئیس آدمیوں کی ہماری ایک بڑی پارٹی بن گئی۔

اگلے تین مہینے اپنا سامان اکٹھا کرنے کے کام کی مصروفیت میں گزر گئے۔ فوجی سامان بنانے کے کارخانوں نے پہاڑ پر چڑھنے کے لئے خاص کپڑے تیار کرنے کی ذمہ داری لے کر ہماری بڑی مدد کی۔ پَروں کی صدریاں، ہوا سے حفاظت کرنے والے سُوٹ، دستانے، کلائی کی اور ہتھیلی کی حفاظت کرنے والے دستانے، برف کاٹنے کی کلہاڑیاں، برف پر چلنے کے کیلوں والے جوتے، خیمے، سونے کے لئے تھیلے اور ایسا ہی سامان اور دوسری چیزیں کم وقت میں حاصل کرنی تھیں۔ کچھ چیزیں مثلاً پہاڑ پر چڑھنے کے جوتے اور ہوا کی گدّیاں ہم نے بازار سے بنوالیں۔ ہر ایک چیز بہترین قسم کی ہونی چاہیے تھی کیونکہ اونچے پہاڑوں پر ہم خطرے مول نہیں لے سکتے تھے۔

اِن کے علاوہ ہمیں ۷۵ اونی سوئیٹروں، ۲۰۰ جوڑی موزوں، ۴۵۰ اونی قمیصوں اور پہاڑ پر چڑھنے کی ۷۰ پتلونوں کی ضرورت تھی۔ اس کے لئے کئی سو گز کپڑا اور ۵۰۰ پونڈ سے زیادہ اُون پنجاب سے حاصل کرنا تھی۔ جب یہ سامان آگیا تو تین زنگ نے یہ اُون شرپانیوں اور نیپالی عورتوں میں تقسیم کردی جو بُنائی کا کام تیزی سے کرتی ہیں۔ جنوری اور فروری کے کچھ ہفتوں تک دارجلنگ میں تقریباً ہر ایک شرپانی اور نیپالی عورت اس مہم کے لئے بنائی کے کام میں بیحد مصروف نظر آتی تھی۔

شروع میں تیاری ہی پوری کرلینے کا کام ناممکن نظر آتا تھا لیکن جب ایک بار الگ الگ ممبروں کو ذمہ داریاں سونپ دی گئیں تو کام بہت ہلکا معلوم ہونے لگا۔ بیچ فروری تک جن چیزوں

کی ہمیں ضرورت تھی ہم اُن میں سے بہت سی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ خاص خاص چیزیں جیسے آکسیجن کا سامان، بلندی ناپنے کے آلے اور رینڈ ڈیر کی کھال کے جوتے یورپ سے منگانے پڑے۔

ہم دہلی میں جمع ہوئے۔ اگلے دس دن ہم سب کے لئے بہت زیادہ مصروفیت کے تھے۔ کسی اونچے پہاڑ پر چڑھنے کی مہم کوئی ہنسی کھیل نہیں ہے۔ ڈھیروں سامان، خوراک، کپڑے، دوائیں، کیمرے اور ان کی فلمیں اور سینکڑوں دوسری چیزیں جمع کرنی تھیں۔ اُن کو سلیقے سے باندھنا تھا، اس

ایورسٹ گری پونج - سامنے کھُمبو گلیشیر

طرح کہ ہر بنڈل کے رنگ اور نشانیوں سے ہی ہم جان لیں کہ اس میں کیا ہے اور مُہم کی کون سی منزل میں اسے کھولنا ہے۔ آہستہ آہستہ ہمارے منصوبے کی شکل سامنے آنے لگی اور ہم مقررہ تاریخ پر چلنے کے لئے تیار ہو گئے۔

جو کام ناممکن معلوم ہو رہا تھا وہ اُن سینکڑوں لوگوں کی مدد سے پورا ہو گیا جنھوں نے ہمارے لئے کام کیا۔ کوئی وزیر ہو یا فوجی جنرل، بڑا سوداگر ہو یا معمولی دوکاندار، کسی کارخانہ کا منیجر ہو یا پَروں کی صدری میں بٹن ٹانکنے والا کوئی درزی، ٹائپ کرنے والے ہوں یا کلرک یا چپراسی جن کو دیر دیر تک کام کرنا پڑا یا اسکول کے وہ لڑکے جن کو ہمارے کام کے لئے دوڑ دوڑ کر جانا پڑا، کوئی بھی ایسا شخص مجھے یاد نہیں آتا جس کی آنکھوں میں اس خیال سے چمک نہ پیدا ہوئی ہو کہ وہ اس بڑی مہم کے کام میں شریک ہے۔

اور اب ہم ایورسٹ کی طرف چل پڑے۔ لیکن پیارے بچّو! اس سے پہلے کہ تمہیں یہ سُناتے وقت میں ایک بار پھر ان دنوں کی یاد تازہ کروں، پہلے پہاڑ پر چڑھنے والے ان سُورماؤں کے بارے میں کچھ سُن لو جنھوں نے اس میدان میں پہل کی تھی۔ جو کچھ وہ کر چکے تھے اس کے بغیر آج ہندوستانی مہم کا ایورسٹ پر چڑھنے کا بیڑا اٹھانا ممکن نہ تھا۔

2 ہندوستان میں پہاڑ پر چڑھائی کے ابتدائی سال

ایلپس پہاڑ کے سوا دنیا بھر میں شاید اور ایسے پہاڑ نہیں ہیں جہاں چڑھنے کے اتنے موقعے ہوں جتنے ہمالیہ پر۔ ہمالیہ میں ہندوستان اور پاکستان کے شمال میں ۲۴۰۰ کلومیٹر سے زیادہ دور تک پھیلے ہوئے دنیا کے بیش تر سب سے اونچے پہاڑی سلسلے ہیں ایک زمانہ تھا کہ ان پہاڑوں کو لوگوں کے آنے جانے میں رکاوٹ سمجھا جاتا تھا۔ پھر بھی سینکڑوں برس سے ہندوستان کے سارے حصّوں سے یاتری ان اونچائیوں کی مشکلوں کا سامنا کر کے گنگوتری، یمنوتری، امرناتھ اور بدری ناتھ جیسے اونچے پہاڑی مندروں میں پیدل جاتے رہے ہیں۔ زمین کی جانچ پڑتال اور نقشے بنانے والے ابتدائی لوگ بھی پہاڑ پر چڑھنے کی تربیت اور کسی خاص سامان کے بغیر اپنے کام کے لئے چند دشوار پہاڑوں پر چڑھے۔ ہندوستان اور تبت کی سرحد کے دونوں طرف کے چھوٹے چھوٹے گاؤوں کے بیوپاری برسوں سے ہمالیہ کے پہاڑی سلسلوں کو پار کر کے خچروں اور پہاڑی بیلوں پر اپنا مال اِدھر سے اُدھر لاتے لیجاتے رہے ہیں۔

ہمالیہ ایک ہی پہاڑی سلسلہ نہیں ہے بلکہ اس میں بہت اونچے اونچے پہاڑی سلسلے ہیں جن کے بیچ بیچ میں گہری اور چوڑی وادیاں ہیں۔ ان پہاڑی سلسلوں کی زیادہ سے زیادہ چوڑائی ۳۲۰ کلومیٹر ہے۔ صاف موسم میں ایک حصے کو پیدل چل کر پار کرنے میں آپ کو تقریباً پچیس دن لگیں گے۔ ہمالیہ کی چھ سو سے زیادہ چوٹیاں چھ ہزار میٹر سے زیادہ اونچی ہیں اور اُن میں بہت سی تو سال بھر برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔

اب کچھ برسوں سے دنیا میں پہاڑوں پر چڑھنے کی جتنی کوششیں ہوتی ہیں اُن میں سے زیادہ تر اِن ہی پہاڑوں پر ہوتی ہیں۔ پچھلے پندرہ برس میں ہندوستانی نوجوانوں ہی نے سَو سے زیادہ مہمیں چلائی ہیں اور انھوں نے کچھ سب سے اونچی اور واقعی مشکل چوٹیوں کو سَر کیا ہے۔ ساری دنیا سے پہاڑ پر چڑھنے والے ہمالیہ پر چڑھنے کے لئے آتے ہیں اور اسے پہاڑ کی چڑھائی کا مکّہ سمجھتے ہیں۔

لیکن صحیح معنوں میں ہندوستان میں پہاڑوں پر چڑھنے کا شوق پچھلے کچھ برسوں ہی میں بڑھا ہے۔ سنہ ۱۹۵۴ء سے پہلے ہندوستان میں پہاڑ پر چڑھنے والے بہت کم تھے۔ سب سے زیادہ شوقین اور سب سے بڑے ماہروں میں ایک آنجہانی میجر نندو، جیال تھے۔ انھوں نے سنہ ۱۹۴۲ء ہی سے

پہاڑوں پر چڑھنا شروع کر دیا تھا جب کہ وہ ابھی اسکول ہی میں پڑھتے تھے۔ ۱۹۴۶ء میں وہ گڑھوال میں ۶۳۲۵ میٹر اونچی چوٹی بندر پنچ پر چڑھنے والی جیک گبسن کی پارٹی میں شامل ہو گئے اور ۵۹۰۰ میٹر کی بلندی پر چڑھ گئے۔ فوج میں شامل ہونے کے بعد ۱۹۵۱ء میں لیفٹیننٹ جَیال تال میل آفیسر کی حیثیت سے ایک فرانسیسی مہم کے ساتھ نندا دیوی (۷۸۱۶ میٹر) پر گئے۔ اس وقت تک نَندو بہت جوشیلے پہاڑ پر چڑھنے والے بن چکے تھے۔ ۱۹۵۲ء میں وہ فوج کی بنگال انجنیئرنگ مُہم کے ساتھ گڑھوال میں کامیت (۷۷۵۶ میٹر) پر گئے۔ یہ پارٹی پہاڑ پر نہ چڑھ سکی۔ اس لئے ۱۹۵۳ء میں خود نَندو نے بنگال سیپرز کی ایک اور مہم کی رہنمائی کی۔ اس بار بھی وہ کامیت کو سر نہ کر سکے لیکن پاس ہی کی ایک چوٹی اَبی گامِن (۷۳۵۵ میٹر) پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے جہاں سے تبت نظر آتا ہے۔ اگلے سال جَیال ہمالیہ ماؤنٹینیئرنگ انسٹی ٹیوٹ دارجلنگ کے پہلے پرنسپل بن گئے۔ اس کے بعد ۱۹۵۸ء میں چواو یو کی مہم کے دوران اپنے انتقال تک انھوں نے اپنا زیادہ تر وقت میدانوں کی بہ نسبت پہاڑوں پر ہی گزارا۔

ہمارے مشہور پہاڑ پر چڑھنے والوں میں دوسرے آدمی گوردیال سنگھ ہیں جو کوئی بیس برس سے پہاڑوں پر چڑھ رہے ہیں۔ ۱۹۵۱ء میں اُنھوں نے ہمالیہ میں ترشول (۷۱۲۰ میٹر) پر چڑھنے کی پہلی ہندوستانی مہم منظم کی۔

۴۸-۱۹۴۷ء کی کشمیر کی لڑائی میں ہمارے فوجی جوانوں اور افسروں کے لئے اونچے اور برف سے ڈھکے ہوئے پہاڑوں پر چڑھنا، وہاں رہنا اور ان پر لڑائی لڑنا ضروری ہو گیا۔ اس طرح شروع شروع میں انھوں نے مشکل طریقہ سے یعنی آزمائشوں سے گزرنے اور غلطیاں کرنے سے پہاڑ پر چڑھنے والے ماہر بننا سیکھا۔ بعد میں فوج نے افسروں اور جوانوں کو برف پر چلنے اور پہاڑ پر چڑھنے کی باقاعدہ ٹریننگ دینی شروع کر دی۔ اس لئے یہ کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے کہ اگر ہمارے کچھ بہترین پہاڑ پر چڑھنے اور برف پر پھسلنے والے فوج ہی کے جوان اور افسر ہیں۔

گردیال سنگھ

ہندوستان میں پہاڑ پر چڑھنے کا باقاعدہ کام تین زِنگ اور ہلیری کے ۱۹۵۳ء میں ایورسٹ پر چڑھنے کے بعد ۱۹۵۴ء میں دارجلنگ میں ہمالیہ ماؤنٹینیئرنگ انسٹی ٹیوٹ کے کھلنے پر ہی شروع ہوا۔ ایچ۔ ایم۔ آئی نے ۱۹۵۴ء میں باقاعدہ بنیادی کورس شروع کر دیے۔ فیلڈ ٹریننگ کے ڈائریکٹر تین زِنگ تھے اور اس کے پرنسپل میجر جَیال تھے۔ کیپٹن نریندر کمار نے جو بہت شوقین اور جوشیلے

مصنف

۱۹۵۹ء میں تین اہم مہمیں منظم کی گئیں۔ فوج کے تینوں شعبوں نے ایک ایک مہم منظم کی۔ لیفٹیننٹ ایم۔ ایس۔ کوہلی نندا کوٹ (۶۸۶۱ میٹر) پر چڑھنے کے لئے بحری فوج کی ایک ٹیم لے کر گئے۔ توپ خانہ (گنرز) کی رجمنٹ بندر پنچ سلسلہ کی چوٹی بلیک پیک پر چڑھ گئی۔ ہندوستانی ہوائی فوج نے جو کچھ عرصے سے پہاڑوں پر بہت سرگرم تھی چوکھمبا نمبر ۱ (۷۱۴۰ میٹر) کو سر کیا۔

ہمارے نئے نئے پہاڑ پر چڑھنے والے برابر تجربہ حاصل کر رہے تھے۔ پہاڑوں کی کشش ہمارے نوجوانوں کو زیادہ سے زیادہ ہمالیہ کی طرف کھینچ رہی تھی۔
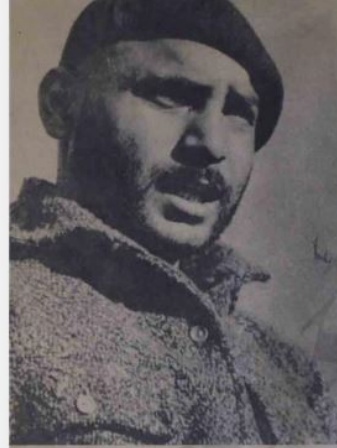
نوجوان پہاڑ پر چڑھنے والے تھے۔ ۱۹۵۸ء میں بری اور بحری فوج کی ایک ٹیم بنالی اور ترشول کو سر کیا۔ اُن ہی گرمیوں میں گوردیال سنگھ کی پارٹی نے گڑھوالی ہمالیہ میں مرگ تھونی چوٹی (۶۸۵۷ میٹر) کو پہلی بار سر کیا۔

۱۹۵۸ء میں ہی مشرقی نیپال میں دنیا کے ساتویں سب سے اونچے پہاڑ یعنی ۸۱۰۲ میٹر بلند چواویو پر چڑھنے کی پہلی بار بڑی ہندوستانی مہم منظم کی گئی۔ یہ بڑے حوصلے کا کام تھا۔ بمبئی کے ایک نوجوان وکیل کیکی بن شاہ کی سرداری میں یہ مُہم کامیاب رہی۔ سُنام گیاتسو اور شرپا پسانگ داوا لاما چوٹی پر چڑھ گئے۔ بدقسمتی سے اس مہم میں میجر نندو جیال ہم سے جُدا ہو گئے۔ اُن کا انتقال ۵۷۰۰ میٹر اونچے کیمپ میں بلند علاقوں میں پیدا ہونے والی ایک بیماری سے ہوا۔
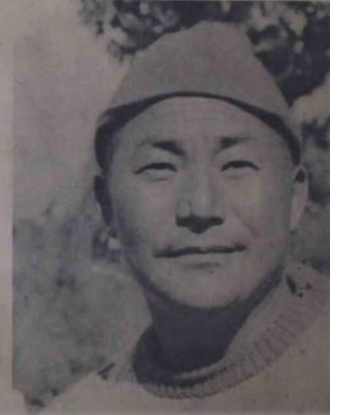
3- ہمالیہ کی چوٹیوں پر

میجر جیال کی یاد تازہ رکھنے کے لیے ان کے دوستوں اور مداحوں نے جیال میموریل فنڈ کھولا۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ اس فنڈ کو پہاڑوں پر چڑھنے کا سامان جمع کرنے کے کام میں لایا جائے جو مناسب شرحوں پر ہندوستانی مہموں کو کرایہ پر دیا جائے۔

انھوں نے تقریباً بیس ہزار روپیہ جمع کر لیا اور جیال میموریل فنڈ کی بنیاد پڑ گئی۔ بعد میں ایورسٹ کی مہمیں چلانے والی کمیٹی نے پہاڑوں پر چڑھنے کی مہم کا اپنا سارا سامان جیال میموریل فنڈ کو دے دیا۔ جیال اسٹور کی بنیاد اب مضبوط ہو گئی۔ ۱۹۶۱ء کے آخر تک انھوں

جے۔ ایم۔ اسٹورس کی قیادت میں ایک مہم

نے کوئی ایک درجن چھوٹی مہموں کو سامان سے لیس کیا۔ اس طرح اس نے ہندوستان میں پہاڑوں پر چڑھنے کا شوق بڑھانے میں بہت بڑا حصہ لیا۔

لیکن اسٹور مہموں کو سامان مہیا کرنے کے سوا اور زیادہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ مہموں کو چلانا اور اُن کی ہمت بڑھانا انڈین ماؤنٹینیرنگ فاؤنڈیشن کا کام تھا۔ یہ آئی۔ ایم۔ ایف کے نام سے مشہور ہے اور اس کا بڑا دفتر نئی دہلی میں ہے۔ اس نے ایک پروگرام بنایا جس کے بہت سے مقصد تھے۔ بڑا مقصد بہرحال ملک میں تفریح کے طور پر پہاڑ پر چڑھنے کا شوق پھیلانا اور ہمالیہ کی سائنسی کھوج کے کام میں ہمت بڑھانا تھا۔ جواہر لال نہرو جو ہمالیہ ماؤنٹینیرنگ انسٹی ٹیوٹ کے صدر تھے، اس کی سرگرمیوں میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔

اپریل ۱۹۶۱ء میں وہ ایک ضروری جلسہ میں شریک ہونے کے لئے دارجلنگ گئے تھے۔ بس پہاڑ پر پہنچنے کے بعد تو وہ اسکول کا کوئی ایسا لڑکا معلوم ہوتے تھے جو چھٹیاں منا رہا ہو۔ وہ اپریل کی روشن صبح دم گھونٹ دینے والے کمروں میں بیٹھ کر ضائع کرنا

نہیں چاہتے تھے۔ تین زِنگ کے بازو میں بازو ڈالے جواہر لال نہرو انسٹی ٹیوٹ میں ٹہلتے رہے۔ ان کا مسکراتا ہوا چہرہ صبح کی چمکتی دھوپ میں خوب گلابی ہو گیا تھا۔ وہ تین زِنگ سے ہنسی مذاق کرتے رہے۔ شرپاؤں کی پیٹھ تھپتھپاتے اور اُن کے بچوں کو اپنے کندھوں پر اٹھاتے رہے۔

کنچن جنگا چوٹی کو غور سے دیکھتے ہوئے ذرا جوش میں آکر پنڈت نہرو کہنے لگے کہ ہر ایک لڑکا اور لڑکی پہاڑوں پر جائے۔ اگر ہو سکے تو سال میں ایک بار ضرور۔ انھوں نے کہا "ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے پہاڑوں سے محبت کرنا اور اُن پر رہنا سیکھیں۔ اس کے لئے ایچ۔ ایم۔ آئی جیسے درجنوں اسکول چلائے جا سکتے ہیں"۔

شروع میں پہاڑ پر چڑھنے کے کورس صرف لڑکوں کے لیے چلائے گئے تھے لیکن پہاڑوں پر چڑھنے کے موقعے نکالنے کے لئے نوجوان عورتوں کے خط اور درخواستوں پر درخواستیں آنے لگیں۔ اس لیے ایچ۔ ایم۔ آئی نے لڑکیوں کے لئے پہاڑ پر چڑھنے کی ٹریننگ شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔ پہلے لیڈیز بیسک کورس میں ہندوستان کے مختلف حصوں سے چوبیس لڑکیوں نے حصہ لیا۔ لڑکیوں نے پہاڑ پر چڑھائی میں اپنی حیرت انگیز دلچسپی اور اونچی بلندیوں کے لیے اپنی رغبت کا اظہار کیا۔ اس لیے لیڈیز بیسک کورس اور بعد میں ایڈوانس کورس ملک کی مختلف

انسٹی ٹیوٹوں میں ٹریننگ کا باقاعدہ حصہ بن گئے۔

پہاڑوں پر چڑھنے کا شوق فوراً ہی نوجوانوں کے دل و دماغ پر چھا گیا۔ کالجوں، یونیورسٹیوں اور دوسرے اداروں نے پہاڑ پر چڑھنے کی کلبیں قائم کر لیں اور ان کو ایچ۔ ایم۔ آئی سے مناسب مدد ملی۔ ہر سال مہموں کی تعداد بڑھتی گئی۔ پہاڑوں پر چڑھنے والے ہمارے نئے نئے نوجوان اب ایک چوٹی کے بعد دوسری چوٹی سر کر رہے ہیں۔

4 - اور سفر شروع ہوا

اب ہم اپنی مہم کی طرف لوٹتے ہیں۔ ۶ رمارچ سنہ ۱۹۷۶ء ہم جے نگر میں ہیں۔ صوبہ بہار کے ضلع دربھنگہ میں نیپال کی سرحد پر اس چھوٹے سے نیند میں ڈوبے ہوئے گاؤں میں ایکدم زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ چاروں طرف ایک ہلچل سی مچی ہے۔ مہم پر جانے والے کل شام یہاں پہنچ گئے۔ ساتھ میں ان کا ۱۹ ٹن سامان ہے۔ کوئی ۲۷-۲۷ کلوگرام کے ۸۰۰ سے زیادہ نگ۔ شام تک ہم نے کل صبح ایورسٹ کے سفر پر چل پڑنے کے لئے سارا انتظام کر لیا۔ ۸۰۰ سے زیادہ شرپا، شرپانیاں اور نیپالی قلیوں کو چار چار روپے روزانہ پر رکھ لیا گیا۔ اب یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ ہمالیہ پر جانے والی بڑی بڑی مہمیں اتنی مہنگی کیوں ہوتی ہیں۔ اس مہم پر چھ لاکھ روپے سے زیادہ خرچ ہوئے۔

تیئیس ممبروں اور پچاس تجربہ کار بلندی پر چڑھنے والے شرپا قلیوں کو ملا کر ہم کوئی ۹۰۰ آدمی ہیں۔ تنگ پہاڑی راستوں پر ایک پارٹی کی صورت میں چلنے والوں کی یہ تعداد بہت بڑی ہے۔ اس لئے ہم نے اپنے دو گروپ بنا لئے ہیں۔ ایک گروپ دوسرے گروپ سے ایک دن بعد چلے گا۔

پہلے دو یا تین دن ہم گرم اور گرد و غبار سے اَٹے ہوئے میدانوں میں سے گزرتے ہیں لیکن جیسے ہی ہم جنگلوں سے بھرے پہاڑوں کے دامن میں پہنچے تو ہمیں جنگلی پرندے نظر آنے لگے اور کالے تیتروں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ندیاں تیزی سے دوڑتی ہیں اور شور مچاتی ہیں۔ اب ہم ان میں سے چل نہیں سکتے بلکہ ہمیں لکڑی کے تختوں کے ہلتے جُلتے پل استعمال کرنے پڑ رہے ہیں یا اُن کو پار کرنے کے لئے خود ہی جگہیں بنانی پڑتی ہیں۔

جے نگر سے چلنے کے کوئی چھ دن بعد ہم ۱۲۰۰ میٹر کی بلندی پر پہنچتے ہیں۔ گھاٹیوں میں ہم کو شاہ بلوط کے درختوں کی شاخوں سے لپٹی ہوئی نازک نازک جڑی بوٹیاں نظر آتی ہیں۔ جب ہم دریائے سن کوسی سے آگے چلتے ہیں تو چڑھائی مشکل ہوتی جاتی ہے لیکن اس کے بدلے ہمیں سدا بہار جھاڑیوں کے پھولوں کا شاندار نظارہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ ڈھلان پر ڈھلان اور ان پر اَن گنت لہلہاتی ہوئی سدا بہار جھاڑیوں کے ہرے ہرے پتے اور بڑے بڑے سرخ پھول ایک شاندار منظر ہیں۔

عام طور پر ہم ۱۶ سے ۲۰ کلو میٹر تک روزانہ چلتے ہیں۔ صبح سویرے اپنا کیمپ اٹھا لیتے ہیں اور ایک پیالی چائے اور کچھ بسکٹ کھانے کے بعد چل پڑتے ہیں۔ چند گھنٹے تک ٹیڑھے ترچھے راستوں پر آہستہ آہستہ اوپر کی طرف چڑھنے یا بالکل سیدھی ڈھلانوں پر جلدی جلدی چلنے کے بعد ہم میگنولیا کے جنگل میں ہرے بھرے کھلے میدان میں پہنچتے ہیں۔ عمدہ کھانا پکانے والا ہمارا بڑا باورچی تھونڈپ اپنے کچھ مددگاروں کے ساتھ پَو پھٹتے ہی پچھلے کیمپ سے روانہ ہو گیا تھا اور اس نے اس میدان میں باورچی خانہ بنا لیا ہے تاکہ ہمیں گرم گرم دَلیے، تلے ہوئے انڈے اور ساتھ میں پراٹھے اور گرم گرم اُبلتی ہوئی کوفی کا ناشتہ کرا دے۔ ہم میں بہت سے بھوک کے مارے ہر وقت بے تاب رہتے ہیں اور بھیڑیوں کی طرح خوب کھانے لگتے ہیں۔ تھونڈپ نے ہمیں خبردار کر دیا ہے کہ بنیادی کیمپ پر اور اس کے

ایک سدا بہار جھاڑی

آگے بھوک کم لگے گی اس لئے جب تک ہم کھا سکتے ہیں ہمیں ضرور کھانا چاہیے۔

ناشتے کے بعد کچھ لوگ تو اپنے اپنے جڑی بوٹیوں کے خزانوں کے لئے جنگلی پھول اور پودے جمع کرتے ہیں اور جو فوٹو گرافی کے شوقین ہیں وہ اپنے کیمرے لئے ہوئے مصروف ہو جاتے ہیں اور دوسرے اپنا روز نامچہ پُر کرنے لگتے ہیں یا اپنے کسی دوست کو خط لکھتے ہیں۔ جو پڑھنے کے شوقین ہیں وہ اپنے پیٹھ کے تھیلے میں سے اپنی پسند کی کتاب نکال لیتے ہیں۔ جس ممبر کے ذمہ کھانے کا انتظام ہے وہ دوپہر اور رات کے کھانے کے لیے تھونڈپ سے جلدی جلدی باتیں کرتا نظر آتا ہے۔

ناشتے کا وقت ختم۔ اب ہمیں پھر چل پڑنا چاہیے۔

گذشتہ آٹھ دن کے دوران جب سے ہم جے نگر سے چلے ہیں، ہم بہت سے دلچسپ پہاڑی لوگوں سے ملے ہیں۔ دوست رائے اور لمبو لوگ جو ہندو مذہب کو مانتے ہیں، بڑے مہمان نواز ہیں اور اوپر شمال میں ہمیں تمانگ ملتے ہیں جو بدھ مذہب کو مانتے ہیں اور نیپال سے یہاں آئے تھے۔ اونچے اونچے بانسوں پر جھنڈے جن پر پرارتھنا لکھی ہوئی ہے، بدھ مذہب کی یادگاریں جن کو چورتن کہتے ہیں اور دیواریں جن میں پتھر کی تختیوں پر پرارتھنا کھدی ہوئی ہے، ہمیں یہ بات یاد دلاتے ہیں کہ ہم شرپاؤں کے دیس میں ہیں۔

میگنولیا

5 - شرپاؤں کا دیس

ہم مشرقی نیپال کے مشہور ضلع سولو میں پہنچ چکے ہیں۔ اس کے بارے میں ہم نے بہت کچھ سن رکھا ہے۔ سولو دھن دولت اور رسیلی خوبصورتی کا دیس ہے۔ مقامی شرپا جو بڑے آرام سے اپنے روزانہ کے چھوٹے چھوٹے کام دھندوں پر جاتے ہیں سُکھی اور خوش حال نظر آتے ہیں ان کے گھروں کے باہر اچھے خاصے جنگلے لگے ہوئے ہیں اور کھیتوں کی حد بندیاں کی ہوئی ہیں۔ آلو کے سُرخ سُرخ پھولوں اور بہت سی پھولوں بھری جھاڑیوں سے اس خوبصورت وادی کی رنگینی اور بڑھ جاتی ہے۔

کچھ دن کے بعد ہم ایک اور مشہور ضلع کھمبو میں پہنچتے ہیں۔ یہاں کی عام اونچائی ۳۰۰۰ میٹر سے زیادہ ہے۔ یہاں زمین سخت اور اونچی نیچی ہے اور کھیتی باڑی کی زمین کے ٹکڑے بہت کم ہیں۔ یہاں کے شرپا پہاڑ پر چڑھنے کے اچھے ماہر ہیں اور چڑھائی کی مہموں کے لیے کام کر کے اپنی روزی کماتے ہیں۔ پہاڑوں پر چڑھنے والوں میں جو لوگ نیپالی ہمالیہ پر چڑھے ہیں وہ مشہور گاؤں نامچہ بازار، تھیم، جہاں کے تین زنگ رہنے والے ہیں، اور کھم جُنگ کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ زیادہ اونچائیوں پر چڑھنے والے بیشتر شرپا ان ہی گاؤں کے رہنے والے ہیں ۳۰۰۰ میٹر بلکہ اس سے بھی زیادہ بلندی پر واقع ہیں۔ قدرت یہاں بہت مہربان نہیں ہے اور یہاں کے لوگ اپنے چاروں طرف موجود چٹانوں کی طرح مضبوط اور جفاکش ہیں۔

کوئی بارھویں دن ہم نامچے بازار پہنچتے ہیں، وہاں خوشیاں منائے جانے کے منظر نظر آتے ہیں۔ کسی مہم کے وہاں آنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مقامی لوگوں کو پیسہ ملے گا، اور کچھ رشتہ داروں

مستقبل میں پہاڑ پر چڑھنے والے ماہر۔ شیرپا بچے

سے ملاقاتیں ہوں گی۔ دارجلنگ سے جو شرپا ہمارے ساتھ آئے ہیں اُن میں سے اکثر کے گھر نامچے بازار میں ہیں۔ اور ہر ایک اپنے گھر پر مہم والوں کی دعوت کرنا چاہتا ہے۔ ذرا مشکل سے ہم ان پیارے پیارے لوگوں سے اپنا دامن چھڑاتے ہیں اور اپنی منزل کی طرف چل پڑتے ہیں۔

جے نگر سے چلنے سے پہلے دو یا تین دن بعد تک ہم میں سے تقریباً ہر ایک نیکر اور بنیان پہنے ہوئے تھا۔ اب ایک گھنٹے تک چلنے کے بعد اتنی گرمی لگتی ہوگی کہ کچھ لوگ تو کمر تک ننگے ہو کر چلنے لگتے ہیں۔ سخت دھوپ سے بچنے کے لئے ہم چوڑے کنارے والی ٹوپیاں پہنتے ہیں اور چھتریاں استعمال کرتے ہیں۔ جیسے جیسے ہم اوپر چڑھتے جاتے ہیں ٹھنڈ ہونے لگتی ہے اور ہم پہاڑ پر چڑھنے کی پتلونیں اور دوسرے اونی کپڑے پہن لیتے ہیں۔

سورج ڈوبنے اور نکلنے کے درمیان یا جب بادل چھائے رہتے ہیں تو واقعی سردی ہوتی ہے لیکن دھوپ میں سخت گرمی ہو سکتی ہے خاص طور سے جب ہوا نہ چل رہی ہو۔ اپنی جلد کو جلنے کو بچانے کے لئے ہمیں دھوپ سے حفاظت کرنی والی کریم لگانی پڑتی ہے۔ دھوپ کی جلن سے چھالے پڑ جاتے ہیں اور ہونٹ اتنے پھٹ جاتے ہیں کہ مسکرانے میں بھی تکلیف ہوتی ہے۔ آنکھوں کو بنفشی کرنوں سے بچانے کے لئے ہمیں اپنی دھوپ کی عینکیں بھی لگانی پڑتی ہیں کیونکہ زیادہ اونچائیوں سے ان کرنوں سے برف کا اندھاپن پیدا ہو سکتا ہے۔

پہاڑوں پر موسم پَل پَل میں بدل سکتا ہے۔ ابھی سخت گرمی ہوتی ہے اور دوسرے ہی لمحہ ہوا چل پڑتی ہے اور ایک بدلی سورج کو چھپا لیتی ہے۔ ابھی آپ کا پسینہ بھی خشک نہیں ہوتا کہ آپ سردی سے کانپنے لگتے ہیں۔ اس لئے تھیلے میں سامان رکھتے وقت آپ کو اونی کپڑے پروں والے کپڑے اور ہوا کو روکنے والے کپڑے اس طرح رکھنے چاہئیں کہ وہ آسانی سے نکل سکیں۔

اب ہم اپنے سفر کی بہت اہم منزل تھیانگ پوچے پر پہنچ گئے ہیں۔ یہ کوئی ۳۹۰۰ میٹر اونچی جگہ ہے۔ آپ کو یہاں سے بہت سے اونچے اونچے پہاڑ نظر آتے ہیں جن میں ایورسٹ بھی ہے۔ امادابلم۔ آسمان کی طرف کسی بہت بڑے انگوٹھے کی طرح کھڑا پہاڑ بہت اونچا تو نہیں لیکن اس پر چڑھنا مشکل ہے۔ ہمارا آگے کا سفر سدا بہار جھاڑیوں کے گھنے جنگل میں سے ہے اتنی بلندی پر یہ پیڑ بہت چھوٹے ہیں اور پھول بھی ذرا ہلکے رنگ کے ہیں۔ زرد بنفشئی رنگ سے لے کر سفید رنگ تک، رنگ برنگ کے پھول نظر آتے ہیں۔

درختوں کے نیچے ابھی تک تازہ برف پڑی ہے۔ کچھ نوجوان قلی شرپا اور شرپانیاں تیز تیز چل کر ہم سے آ ملتے ہیں۔ چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے جس میں کبھی کبھی لڑکیوں کی دبی ہنسی بھی شامل ہو جاتی ہے وہ ہم سے آگے بڑھ کر جنگل میں نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ شاید ان کو جلدی ہے کہ وہ اگلے کیمپ پر سب سے پہلے پہنچ جائیں اور اپنے خیموں کے لئے اچھی جگہ چن لیں۔

جب ہم سدابہار جھاڑیوں کے جنگل میں داخل ہوتے ہیں تو ایک بھی آواز نہیں سنائی دیتی کسی پرندہ کی چہچہاہٹ بھی نہیں۔ ابھی ۲۳ مارچ ہے۔ شاید موسمی پرندوں کے اتنی بلندی پر آنے کا وقت نہیں آیا۔ لیکن یہ شرپا اور شرپانیاں باتیں کرتے کرتے ایک دم رُک کیوں گئے؟ کوئی اس عجیب خاموشی کی طرف دھیان دلاتا ہے۔

جیسے ہی ہم جنگل میں ایک چھوٹی سی پگڈنڈی پر آتے ہیں شرپاؤں کا بپا کیا ہوا طوفان امڈ پڑتا ہے۔ ایک دم ہمیں اپنے قریب ہی سے کانوں کو گُنگ کر دینے والی آوازیں اور عورتیں کی چیخیں سُنائی دیتی ہیں۔ اس سے پہلے کہ ہم یہ جان سکیں کہ ماجرا کیا ہے ہم پر چاروں طرف سے تازہ برف کے گولوں کی بوچھاڑ ہونے لگتی ہے۔ شرپا ذرا کھسیانے سے ایک طرف کھڑے ہو جاتے ہیں اور کوئی درجن بھر شرپانیاں ہم پر پورا زور لگا کر بوچھاڑ کر دیتی ہیں۔ برف کا گولہ بارود اٹھانے کے لئے جب وہ جلدی جلدی ایک دم جھٹکے سے زمین پر جھکتی ہیں تو اُن کی چھوٹی چھوٹی چوٹیاں ہوا میں اڑتی ہیں۔ اس اچانک گولہ باری سے ہم کو حیرانی ہوتی ہے۔ دشمن کی اس تیز گولہ باری سے بچنے کے لئے ہم جلدی سے جھک جاتے ہیں، مگر جس طرح اچانک یہ شروع ہوئی تھی اسی طرح یہ ختم ہو جاتی ہے۔ اب لڑائی کے میدان میں نہ شرپا نہ شرپانیاں۔ یہ تھی ان کے عملی مذاق کی مثال!

موسم بہار کی تازہ برف کے شفاف ٹکڑے منہ پر لگنے سے جو جلن ہوتی ہے وہ کوئی بہت اچھا تجربہ نہیں ہے۔ لیکن میں ان کی مہارت کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ شرپا لڑکیوں نے اتنی اچھی گھات لگائی تھی جس پر کوئی بھی گوریلا سپاہی فخر کر سکتا ہے!

6 - بلندیوں پر چڑھنے کی ٹریننگ

ہم بانگ بوچے کیمپ پر ہیں اور شرپاؤں نے بڑے جوش سے ہمارا سواگت کیا ہے۔ پانگ بوچے کی اونچائی ۳۹۶۰ میٹر کے قریب ہے۔ سب سے آگے کی پارٹی پتھر ہٹانے اور زمین کھودنے کے کام میں لگی ہوئی ہے تاکہ اس کیمپ میں دس سے چودہ دن تک اونچی اونچی بلندیوں پر ٹریننگ کے لئے زیادہ عرصہ ٹھہر سکیں۔ بہت سے قلیوں کو ان کی مزدوری دے کر چھوڑ دیا گیا۔ صرف دو سو توانا قلیوں کو ہم اپنے ساتھ رکھتے ہیں تاکہ وہ چار دن بعد دو تین پھیروں میں ہمارا سامان ایورسٹ کے بنیادی کیمپ پر پہنچا دیں۔

شاید آپ یہ جاننا چاہیں گے کہ زیادہ بلندیوں پر چڑھنے یا آب و ہوا کی عادت ڈالنے کے لئے یہ ٹریننگ کیوں ضروری ہے۔ کیا ہم یہ پہلے ہی نہیں سیکھ چکے ہیں؟ جب ہم نامچہ بازار کے قریب کوئی ۳۶۰۰ میٹر کی بلندی

سیدھی۔ کھڑی چٹان پر رسی سے اترنا

پر پہنچے تو ہم میں سے کچھ کو سر کے درد یا سر چکرانے کی شکایت ہوگئی تھی۔ کچھ ہانپ گئے تھے اور زور زور سے سانس لے رہے۔ ہم کو اتنی بھوک بھی نہیں تھی جتنی اس سفر کے شروع میں لگتی تھی۔ کچھ ایسے بھی تھے جو نیند لانے والی گولیاں کھائے بغیر سو بھی نہیں سکتے تھے۔ اگلے دن صبح کو ان کی طبیعت اتنی گری گری تھی کہ ان کو وہ مشک والے ہرن اور لال لال ٹانگوں اور لال لال چونچوں کے کوّے بھی اچھے نہ لگے جو وہاں دکھائی دیے۔ اُن پر اونچی بلندی یا پہاڑی بیماری کے خراب اثر پڑ رہے ہیں۔

اِن مشکلوں کا یہ مطلب نہیں کہ پہاڑوں پر جانا آپ کے بس کی بات نہیں یہ تو قدرت کے طریقے ہیں یہ بتانے کے لئے کہ آپ کے جسم نئے حالات سے مانوس نہیں ہوتے۔ ۳۶۰۰ میٹر سے اور اونچے ہوا بہت ہلکی ہوتی ہے اور ہوا کا دباؤ جتنا نیچے ہوتا ہے اُس سے کم ہو جاتا ہے۔

لیکن ناامید ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہمارے جسم میں قدرت نے حالات کے مطابق ڈھلنے والی بہت سی ترکیبیں رکھی ہیں جو ہمیں مشکل حالات میں بھی زندہ رہنے میں مدد دیتی ہیں۔ لیکن قدرت پر زور زبردستی نہیں چل سکتی۔ ہمیں یہ نہیں چاہیے کہ سر کے درد یا غنودگی کی پہلی ہی علامت پر بھاگ کھڑے ہوں اور نیچے اُتر آئیں۔ اگر آپ بلندیوں پر رہیں اور ذرا پھرتی سے کام لیں تو اس سے قدرت کی مدد ہوگی اور اس طرح آپ کو بلندیوں پر رہنے کی عادت پڑ جائے گی۔ اس طرح آپ آہستہ آہستہ اپنا کیمپ اور اونچائی پر بناتے جائیں پھر دس پندرہ دن میں آپ ۵۰۰۰ سے ۶۵۰۰ میٹر تک کی بلندی پر بھی آرام سے رہ سکتے ہیں اس کو آب و ہوا کی عادت پڑنا کہتے ہیں۔ اپنی ٹریننگ کے لئے ہم الگ الگ ٹکڑیوں میں آس پاس کی پہاڑیوں پر چڑھتے ہیں۔ ٹریننگ کی یہ چڑھائیاں آسان اور بڑے مزے کی سیریں ہوتی ہیں۔ ہم قدرت کے ساتھ اونچی نیچی بلندیوں پر رہتے ہیں جنھیں ابھی تک آدمی نے خراب نہیں کیا۔ خوبصورت پہاڑی پھول ہمارے سامنے ہیں — جنگلی جرینیئم اَیسٹر کے بھڑکیلے تاروں کی کرنوں کی طرح پھیلے ہوئے پھول، جَینشَن کے پودے، بنفشئی پھول اور قسم قسم کے پھول جن کو ہم پہاڑی پھولوں کی کتاب کی مدد سے پہچانتے ہیں۔

ہم کو کچھ جنگلی جانور بھی دکھائی دیتے ہیں۔ پہاڑی بھیڑوں — بُرہل کے ریوڑ کے ریوڑ ہیں۔ عام طور سے یہ جانور بہت شرمیلے ہوتے ہیں لیکن اس علاقے کے بُرہل آدمی سے بالکل نہیں ڈرتے۔

ان دنوں زندگی کی رفتار سُست رہی۔ ہم صرف تفریح کے لئے چڑھے۔ بلندیوں یا اخبار کی سرخیوں کا ہمیں خیال نہ تھا۔ ہم نے اپنے سامان کی جانچ کرلی ہے اور اُسے آزما لیا ہے اور ہمیں اپنے شرپاؤں کو بھی خوب سمجھ لیا ہے۔ بڑی مہم میں ہم نے چھوٹی چھوٹی، خوب گھلی ملی ٹیمیں یا پہاڑ پر چڑھنے والوں کی زبان میں "رسیاں" بنالی ہیں، ہر رسّی کے چڑھنے والے

اور شرپا ایک دوسرے پر بھروسا کرنے لگے ہیں اور اگر کوئی موقع آ پڑے تو رسّی پر اپنے ساتھی کو بچانے کے لئے اپنی جان تک کی بازی لگا دیں گے۔

پچھلے پندرھواڑے میں یا اس کے لگ بھگ ہم نے پہاڑوں پر شاندار چھٹی منائی ہے۔ ہمارے چہروں سے تندرستی ٹپکنے لگی ہے اور ہم اپنے آپ کو زیادہ چست اور پھرتیلا محسوس کر رہے ہیں۔ ہم نے اسے پوری طرح نہیں سمجھا ہے لیکن ان دنوں ہمارے جسم میں بہت سی تبدیلیاں آ گئی ہیں۔

ظاہر ہے کہ ہم اپنے میں یہ تبدیلیاں رونما ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے لیکن باورچی تھونڈوپ مجھ سے کہتا ہے کہ لوگ اب پھر خوب کھانے لگے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اس بات کی تصدیق کرتے ہیں اور مجھ سے کہتے ہیں کہ وہ اب نیند کی گولیاں بھی نہیں کھاتے ہیں، اب ہم خوب کھانے اور خوب سونے لگے ہیں اور اپنے آس پاس کی چیزوں میں خوب جی لگتا ہے۔ اس میں غلطی کا سوال ہی نہیں کیونکہ یہ نشانیاں ہیں اس بات کی کہ ہم آب و ہوا سے مانوس ہو گئے ہیں۔ اب وقت ہے کہ ہم ایورسٹ کے نیلوری کیمپ کے لئے چل پڑیں۔

ہم بالکل ٹھیک ہیں اور اپنے میں طاقت محسوس کر رہے ہیں۔ ہمارے جسم آنے والے کام کے لئے اچھی طرح تیار ہیں۔ اگرچہ ہم نے پہاڑ پر یہ چھٹی خوب مزے سے گزاری ہے پھر بھی ہم پانگ بوچے سے گھبراہٹ میں اور امید لئے ہوئے روانہ ہوتے ہیں۔

کھمبو گلیشر کی چٹانوں کے بکھرے ہوئے گول گول ٹکڑوں میں چار دن کے مشکل سفر کے بعد ہم ۵۴۰۰ میٹر سے ذرا کم بلندی پر ایورسٹ کے بنیادی کیمپ پر پہنچ جاتے ہیں۔ ہمیں یہاں کوئی دو مہینے رہنا ہے۔ اس لئے ہم اطمینان سے رہنے لگتے ہیں۔ شرپا کام کاج میں لگ جاتے ہیں اور کچھ ہی دن میں یہ معلوم ہونے لگتا ہے کہ بیس کیمپ ہفتوں سے آباد ہے۔

کھمبو گلیشیر
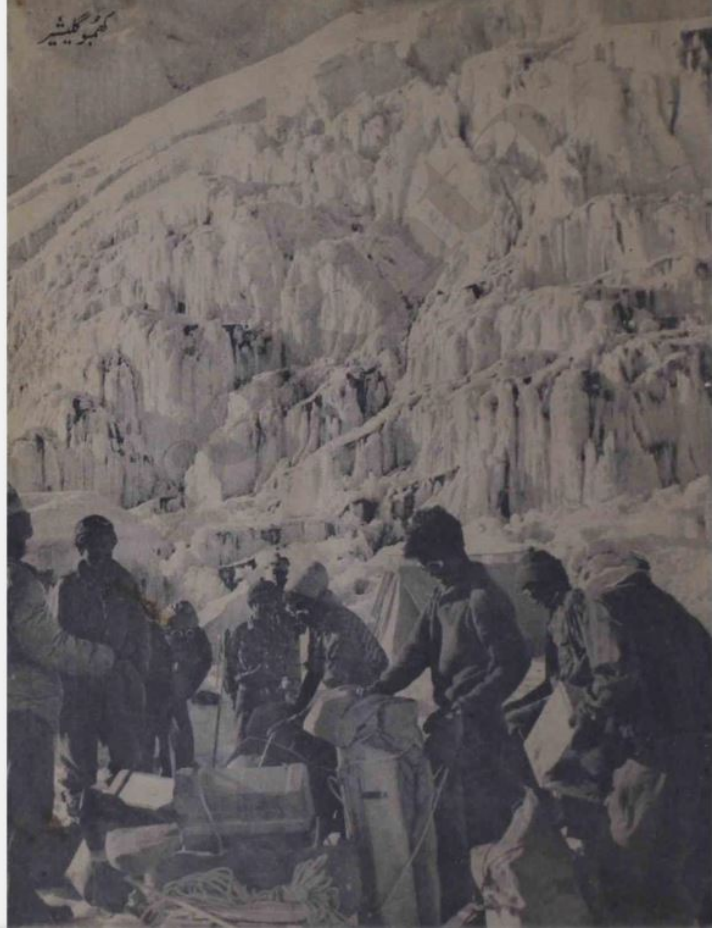
7 - چیلنج

ڈپٹی لیڈر کیکی بُن شاہ ایڈوانس پارٹی کے ساتھ بیس کیمپ پر پہلے پہنچ چکے تھے۔ انھوں نے بڑی شفقت اور محبت سے ہمارا سواگت کیا اور ہمارے پہنچنے پر منٹوں میں میٹھی کافی کی گرما گرم پیالیاں ہمیں مل گئیں۔ پہاڑوں پر زیادہ سے زیادہ پینے کی چیزیں استعمال کرنی چاہئیں کیونکہ اتنی بلندیوں پر ہمارے بدن سے بہت سا عرق نکل جاتا ہے۔ پانی کے ختم ہونے یا بدن میں پانی خشک ہو جانے سے بہت سی تکلیفیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ کافی میں چینی سے ایک دم وہ طاقت مل جاتی ہے جس کی ان حالات میں بہت ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ بہت سا دودھ غذائیت بڑھاتا ہے اور گرم پانی بدن کے نکلے ہوئے عرق اور حرارت کی کمی پوری کر دیتا ہے۔

کھمبو برفباری
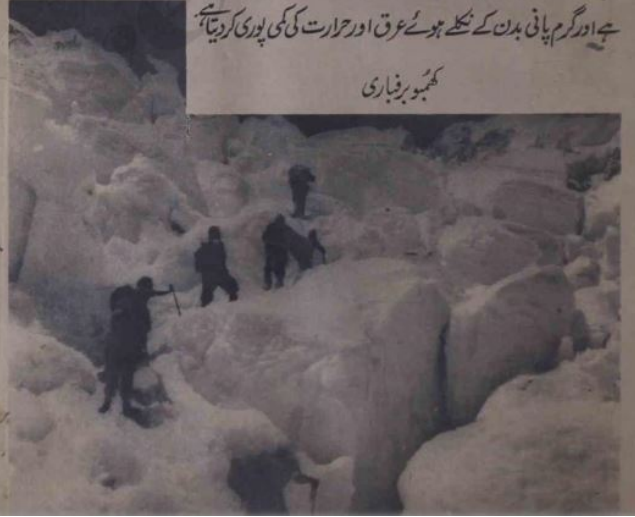
کیکی ہمیں علاقے کے بارے میں بتاتے ہوئے کہتے ہیں "کچھ میل نیچے سے ہم کھمبو گلیشیر کے آگے نکلے ہوئے حصہ کے ساتھ چل کر یہاں پہنچے۔" مہم میں سب سے آگے چلنے والوں نے ایک آرام کا بیس کیمپ لگایا ہے۔ اس میں ایڈوانس پارٹی کے ہر ایک آدمی نے یقیناً گھنٹوں سخت محنت کی ہو گی۔ کچھ ممبروں اور شرپاؤں نے منزل کا راستہ تلاش کرنے کے لئے آگے جا کر بھی چھان بین کی ہے۔

ہمارے لئے اپنے سامنے کے برف کے جھرنے سے نظر ہٹانا مشکل ہو رہا ہے اور ہم یہ جاننے کے لئے بے چین ہیں کہ اس کے آگے اور خاص طور پر یہ گلیشیر کیا ہے۔

یہ ہم جانتے ہیں کہ گلیشیر برف کا دریا ہے جو اونچی گھاٹی سے نکلتا ہے۔ سال پر سال لگاتار تازہ برف پڑتی رہتی ہے اور برف کا ڈھیر لگ جاتا ہے جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پہاڑ سے نیچے کی طرف پھسلنے لگتا ہے اور گلیشیر بن جاتا ہے۔

پہاڑی سے نیچے کی طرف آتے ہوئے برف کا یہ موٹا پرت ہَل کی طرح چلتا ہے اور کیچڑ اور پتھروں کے ڈھیر ادھر اُدھر ہٹا کر ابھرے ہوئے کنارے سے بناتا جاتا ہے۔ یہ اُبھرواں کنارے چٹانوں کا بغلی ملبہ کہلاتے ہیں۔ جیسے جیسے یہ آہستہ آہستہ چلنے والا گلیشیر پہاڑیوں کی تنگ دراڑوں میں سے راستہ بناتا ہوا بڑھتا ہے یہ پہاڑوں کو کھُرچتا جاتا ہے۔ اس طرح کچھ ملبہ اس کی سطح پر گرتا ہے۔ یہ اور دوسرے پتھر جو چٹانوں کے بغلی سے لڑھک کر گلیشیر میں آ پڑتے ہیں انھیں سطحی ملبہ کہتے ہیں جب گلیشیر نیچی گھاٹیوں میں پھسلنے لگتا ہے تو یہ اپنے آگے پتھروں کے بڑے ٹیلوں کو اُکھیڑتا پچھاڑتا چلتا ہے جن کو سرے کا ملبہ کہا جاتا ہے۔

پانی کے دریا کی طرح گلیشیر کی رفتار ایک جیسی نہیں ہوتی اور یہ اس سے بہت سست ہوتی ہے۔ یہ ڈھلان کے ڈھلوان پن، گلیشیر کے وزن اور موٹائی اور سال کے وقت پر دار و مدار رکھتے ہوئے کہ گلیشیر ایک دن میں ایک سینٹی میٹر سے ۵ میٹر تک آگے بڑھ سکتا ہے۔

ہو رہے ہوتے ہیں آگے کی پارٹی کے ہمارے کچھ چڑھنے
کے برجوں کی اس دنیا میں دراڑوں، غاروں، برف
ٹٹول رہے ہوتے ہیں۔ ہمارے راستہ بنانے والے
سیڑھیاں اور بلّیاں لے گئے ہیں اور راستے پر نشان
ور رنگ برنگ کے جھنڈے بھی، ہو سکتا ہے کہ انھیں
بستری تھیلے، راشن اور چولھے ہیں۔ وہ راستے پر جھنڈے
ٹ سے جاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ منہ کھولتی ہوئی
ے اور المونیم کا پُل اور ہاتھ سے پکڑنے کی رسّی سب
ی دیوار اوپر سے آتے ہوئے لاکھوں ٹن کے بوجھ
کی سیڑھی یا لگی ہوئی رسّی بھی لے بیٹھے جس کے لگانے
ہوئی پڑتی ہیں۔ یہ چند سینٹی میٹر چوڑی بھی ہو سکتی
ہیں اور ۱۵ میٹر چوڑی بھی۔ دراڑیں وہ رکاوٹیں
ہیں جن کا پہاڑ پر چڑھنے والوں کو اکثر سامنا کرنا
پڑتا ہے۔ کبھی کبھی تنگ دراڑوں کے منہ نرم برف
کی پتلی سی تہ سے ڈھک جاتے ہیں اور اس طرح

خندق کو پار کرتے ہوئے

برف کا ایک خطرناک پُل بن جاتا ہے۔ پہاڑ پر چڑھنے والوں کو ایسی دراڑوں پر بہت احتیاط کرنی پڑتی ہے جو نظر سے اوجھل ہوں۔

مشہور کھُمبو گلیشیئر ہماری طرف تقریباً ۶۰۰ میٹر سے زیادہ بلندی سے گھاٹی میں گرتا ہے۔ گلیشیئر کا وہ حصہ جو ہمارے سامنے ہے دھوکے میں ڈالنے والا برف کا جھرنا ہے جس کے بارے میں ہم بہت کچھ

سن چکے ہیں۔ واقعی یہ بھیانک نظارہ ہے۔ لاکھوں ٹن کے برف کے بہت بڑے ڈھیر بے ڈھنگے طریقے پر ہمارے چاروں طرف پڑے ہوئے ہیں۔ برف کی ان بھول بھلیوں میں جانے کے خیال سے ہمارے بدن میں جھرجھری سی دوڑنے لگتی ہے۔

چپ چاپ سنتریوں کی طرح ایورسٹ کی مغربی فصیل اور نپٹزے اوپر کی بلند وادی کی حفاظت کے لئے اس کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ یہ وادی جس کو مغربی کوم کہتے ہیں ایورسٹ، نُپٹزے اور لھوٹزے جیسے دیووں سے گھری ہوئی ہے۔ لھوٹزے دنیا کا چوتھا سب سے اونچا پہاڑ ہے۔

کیکی ہمیں علاقے کے بارے میں بتا
کے آگے نکلے ہوئے حصہ کے ساتھ چل کر یہا
ایک آرام کا بیس کیمپ لگا لیا ہے۔ اس میں
گھنٹوں سخت محنت کی ہوگی۔ کچھ ممبروں او
آگے جا کر بھی چھان بین کی ہے۔
ہمارے لئے اپنے سامنے کے برف کے
جاننے کے لئے بے چین ہیں کہ اس کے آگے او
یہ ہم جانتے ہیں کہ گلیشیئر برف کا دریا
لگاتار تازہ برف پڑتی رہتی ہے اور برف کا
پہاڑ سے نیچے کی طرف پھسلنے لگتا ہے اور گلیشیئ

مغربی کوم۔ سامنے لہوتسے فیس

ہم ان اونچی فصیلوں میں سے کسی کے ساتھ ساتھ اوپر نہیں جا سکتے کیونکہ ہر چند منٹ بعد بڑے بڑے ایوالانش (برف اور مٹی کے ڈھیر) کھڑکھڑاتے ہوئے تیزی سے ان کی ڈھلوان سطح پر لڑھک پڑتے ہیں۔ یہ ایوالانش بہت بلندی پر ذرا سے برف کے ٹکڑے کے پھسلنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے جیسے یہ پہاڑی پر نیچے کی طرف آتا ہے یہ تازہ اور جمی ہوئی برف اپنے ساتھ لے لیتا ہے اور اس کی رفتار تیز ہو جاتی ہے اور آخر میں ایکسپریس گاڑی کی رفتار سے گرجتا ہوا نیچے گر پڑتا ہے۔ تازہ اور جمی ہوئی برف، کیچڑ اور چٹانوں کے اس بڑے ڈھیر کے گرنے سے بہت زبردست دھماکہ ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہمیں اس برف کے جھرنے ہی میں سے کوئی راستہ تلاش کرنا ہے اور جہاں تک ہو سکے دونوں طرف کے ایوالانشوں کی گولہ باری سے بچنے کے

لئے بیچ بیچ میں رہنا ہے۔

جب ہم اس برف کے جھرنے کو کھڑے دیکھ رہے ہوتے ہیں آگے کی پارٹی کے ہمارے کچھ چڑھنے والے اور شرپا برف کے ڈراؤنے ڈھیروں، برف کے برجوں کی اس دنیا میں دراڑوں، غاروں، برف کی کھڑی روکاروں اور دوسری رکاوٹوں میں راستہ ٹٹول رہے ہوتے ہیں۔ ہمارے راستہ بنانے والے اپنے ساتھ دراڑوں پر پُل بنانے کے لئے المونیم کی سیڑھیاں اور بلّیاں لے گئے ہیں اور راستے پر نشان لگانے کے لئے رسّیاں، لوہے اور لکڑی کے کھونٹے اور رنگ برنگ کے جھنڈے بھی ہو سکتا ہے کہ انھیں اس میں کئی دن لگیں۔ اسی لئے ان کے پاس خیمے، بستری تھیلے، راشن اور چولھے ہیں۔ وہ راستے پر جھنڈے لگاتے جائیں گے کیونکہ تازہ برف پڑنے سے راستے مٹ سے جاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ منھ کھولتی ہوئی کوئی دراڑ جس پر پُل بن چکا ہو اور زیادہ کھُل جائے اور المونیم کا پُل اور ہاتھ سے پکڑنے کی رسّی سب اس میں جا پڑیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ برف کی کھڑی دیوار اوپر سے آتے ہوئے لاکھوں ٹن کے بوجھ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور اپنے ساتھ وہ رسّی کی سیڑھی یا لگی ہوئی رسّی بھی لے بیٹھے جس کے لگانے میں کئی گھنٹے سخت محنت کی گئی تھی۔ اس لئے اس ہر وقت بدلتی ہوئی حالت میں یہ کافی نہیں ہے کہ بس ایک بار اس میں راستہ بنا لیا جائے۔ مرمّت کرنے والی پارٹیاں روزانہ اس پر اپنا کام کرتی رہینگی جب تک کہ اب سے کوئی آٹھ ہفتہ بعد پہاڑ پر ہمارا کام ختم نہ ہو جائے اور ایک ایک آدمی خیریت سے بیس کیمپ پر واپس نہ پہنچ جائے۔ ہم تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔

پہلا کیمپ ۱۰؍ اپریل کو کوئی ۵۹۰۰ میٹر کی بلندی پر برف کے جھرنے کے بیچ میں لگا دیا گیا۔ ۱۳؍ اپریل کو دوسرا کیمپ، مغربی کوم میں، اُس جگہ سے ذرا اوپر جہاں سے یہ برف کا جھرنا نکلتا ہے۔ اس کی اونچائی کوئی ۶۰۰۰ میٹر ہے۔ ہمارے سب سے آگے کے لوگ تو اگلے کیمپ کا راستہ بنانے کے لئے آگے بڑھ رہے ہیں اور دوسرے چڑھنے والوں اور شرپاؤں نے پہلے اور دوسرے کیمپوں میں سامان رکھنا شروع کر دیا ہے۔ ۱۶؍ اپریل کو ہم ۶۴۰۰ میٹر اونچے ایڈوانس بیس کیمپ پر پہنچ گئے۔ تین دن بعد

کچھ سامان ۶۵۲۰ میٹر کی بلندی پر چوتھے کیمپ کی جگہ پر پہنچا دیا گیا۔ یہاں سے آگے ہمیں دوسری مشکل رکاوٹ ــــ لھوتزے فیس ــــ سے نمٹنا ہے۔

ہمارے لئے اگلا چیلنج لھوتزے کا ہے جو ڈھلوان برف کی روکار ہے۔ سخت، پھسلواں اور بہت ہی ٹھنڈی مغربی ہواؤں کا زور سے جھکڑ چلتا ہے۔ یہ کوئی ۷۰۰۰ میٹر کی بلندی سے شروع ہوتی ہے جہاں جسمانی کام کرنا بہت مشکل ہے۔ لیکن ہمیں تو اپنے اگلے مضبوط بیس جنوبی کول پر پہنچنے کے لئے، جو کوئی ۸۰۰۰ میٹر اونچا ہے، لھوتزے فیس کو پار کرکے ہی اور اوپر جانا ہے۔

چڑھنے والوں کی ایک کے بعد دوسری ٹیم کو پتھر جیسی سخت برف پر سیڑھیاں بنانے کا کام سونپا گیا ہے۔ سامان سے لدے ہوئے شرپاؤں اور چڑھنے والوں کے حفاظت سے سفر کے لئے ہاتھ سے پکڑنے کی رسّی لگانی ہے۔ لھوتزے کا راستہ مغربی ہواؤں کی بالکل ٹکّر پر ہے جو بہت تیز اور بے حد ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ راستہ بنانے والوں کو اتنی بلندی کی ہلکی پھلکی ہوا میں کڑی محنت کرنی پڑتی ہے۔ ہم ہر وقت تو آکسیجن استعمال نہیں کر سکتے لیکن ہمارے آدمیوں کے جسم مضبوط ہیں، ان میں برداشت کی قوت ہے اور اس سے بڑھ کر ہمت ہے اور وہ دھن کے پکّے ہیں۔

سخت مشکلوں کا سامنا کرتے ہوئے ہمارے ان تھک چڑھنے والے اوپر ــ اور اوپر چڑھتے ہی جاتے ہیں۔ ۲۸ اپریل کو انھوں نے ۷۳۵۰ میٹر کی بلندی پر پانچواں کیمپ لگا لیا اور ڈھلواں پہاڑ کے ایک طرف کھدائی کرکے دو چھوٹے چھوٹے میڈ خیمے کھڑے کر لئے۔

موسم اب واقعی خراب ہو گیا ہے۔ کوئی گیارہ دن تک تیز ہواؤں اور برف باری نے ہمیں روکے رکھا۔ موسم کے ٹھیک ہوتے ہی ہم موقع سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور ۹ مئی کو جنوبی کول پر چھٹا کیمپ لگا لیتے ہیں۔

ایورسٹ پر چڑھنے کا سب سے اچھا وقت مئی کا دوسرا پندھرواڑہ ہے۔ اس وقت مغربی ہوائیں جو عام طور پر بہت ہی تیز ہوتی ہیں، خلیج بنگال سے آنے والی اپنے سے زیادہ تیز مون سون ہواؤں کے مقابلے میں ہلکی ہو جاتی ہیں۔ اس طرح عام طور پر ایورسٹ کے علاقے میں شروع جون کی مون سون آنے سے پہلے ایک دو ہفتے سکون کے ہوتے ہیں۔ اس لئے ایورسٹ کی مہمیں اسی اچھے موسم کے زمانے ہی میں چوٹی پر چڑھنے کی کوشش کرتی ہیں اور اسی حساب سے چلتی ہیں۔

موسم وقت کی پابندی کم ہی کرتا ہے۔ اب جبکہ ہم چاہتے ہیں کہ وہ ایسا کرے، وہ یقیناً ایسا نہیں کر رہا۔ جنوبی کول پر پہنچتے ہی یہ پھر خراب ہونے لگتا ہے۔ ہم چھٹے کیمپ پر سامان بھیجنے کے لئے تیار ہیں لیکن برف کے طوفانوں اور تیز ہواؤں میں آگے بڑھنا بہت مشکل ہے۔ راشن اور ایندھن بچانے کے لئے ہمیں اونچے کیمپ بھی خالی کرنے پڑتے ہیں۔ بہر حال اتنے سخت حالات میں اپنا سامان برباد کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس لئے ایڈوانس بیس کیمپ پر کم سے کم آدمی رہ جاتے ہیں اور ہم میں سے زیادہ آدمی نیچے بیس کیمپ پر آجاتے ہیں اور کچھ ۵۰۰۰ میٹر کی بلندی پر ہمارے آرام کرنے کے کیمپ میں چلے جاتے ہیں۔ ہم یہاں ٹھہرنے پر مجبور ہو کر آرام کرتے ہیں جس کی ہمیں سخت ضرورت ہے۔ بہت سے چڑھنے والے اور شرپا ان مشکل حالات میں سخت محنت کرتے رہے ہیں۔

ہم اپنے وائرلیس کے ذریعہ دہلی سے برابر رشتہ جوڑے ہوئے ہیں۔ آل انڈیا ریڈیو ہمارے لئے دن میں چار بار موسم کے خاص بلیٹن براڈ کاسٹ کرتا ہے۔ موسم کے بارے میں ان پیشن گوئیوں اور ایورسٹ کے علاقہ کے اصلی حالات کا آپس میں مقابلہ کرکے ہمارے موسمی حالات کے ماہر افسر راؤ ہمیں اور زیادہ صحیح خبر دے سکتے ہیں۔ اس وقت برف خوب پڑ رہی ہے اور یہ یقین کرنا مشکل ہے ہمیں جلد ہی بہتر موسم میسّر آئے گا۔ لیکن راؤ صاحب کا خیال ہے کہ یہ دو چار دن میں صاف ہو جائے گا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ مجھے خبردار کرتے ہیں کہ آٹھ یا دس دن میں مون سون شروع ہو جائیں گی۔ یہ خبر ہمیں ڈرا دیتی ہے۔

8 - آخری کوشش

ابھی یا پھر کبھی نہیں۔ آج ۱۹ر مئی ہے اور ابھی تک برف خوب پڑ رہی ہے۔ ہر ایک پہاڑ جس میں ہمیشہ غصہ بھرا ہوا لھوٹزے بھی شامل ہے، سفید لباس میں ہے۔ بیس کیمپ پر بھی تازہ برف کا موٹا کمبل پڑا ہوا ہے۔ آگے بڑھنے کے بارے میں فیصلہ ہو چکا ہے۔ تین تین آدمیوں کی چوٹی پر جانے والی دو ٹیمیں اور ان کی مدد کرنے والی پارٹیوں سے کہہ دیا گیا ہے کہ وہ ایڈوانس بیس کیمپ پر جلدی سے پہنچ جائیں اور تیار رہیں تاکہ موسم ٹھیک ہوتے ہی موقع کا فوراً فائدہ اٹھایا جائے۔

۲۰ر مئی۔ صبح روشن اور صاف ہے اور ہم چین کا سانس لیتے ہیں لیکن ہمیں ابھی کم سے کم دو دن تک لھوٹزے فیس جیسی ایوالانشوں بھری ڈھلانوں پر چلنے کا خطرہ مول لینا نہیں چاہئے۔ اس لئے ہم پھر انتظار کرتے ہیں اور اپنے چاروں طرف ڈھلانوں پر لڑھکتے ہوئے ایوالانش دیکھتے رہتے ہیں۔

۲۲ر مئی۔ دھاوا بولنے کا دن۔ چوٹی پر جانے والی پہلی ٹیم میں سُنام گیاتسو، کیپٹن نریندر کملر اور نوانگ گومبو ہیں۔ وہ صبح کو ایڈوانس بیس سے روانہ ہوتے ہیں۔ کیپٹن جنگل والا کو جنوبی کوَل سے چوٹی پر جانے والی ٹیموں کی مدد کرنے کا بنیادی کام سونپا گیا ہے۔ انھوں نے طاقتور شرپاؤں کی ٹیم کے ساتھ جنوبی کوَل کے کیمپ پر سامان اکٹھا کر لیا ہے۔ چوٹی پر جانے والی دوسری ٹیم کوہلی، ڈُہرا اور انگ نیما کی ہے۔

ایک رات پانچویں کیمپ پر گزارنے کے بعد پہلی ٹیم ۲۳ر مئی کو جنوبی کوَل پر پہنچ جاتی ہے

ساوتھ کول پر کیمپ

۲۴ر کی صبح کو وہ آخری یعنی ساتویں کیمپ کے لئے روانہ ہو جاتی ہے جس کو ابھی لگانا ہے۔ سات طاقتور شرپا ایک خیمہ، بستری تھیلے، آکسیجن اور دوسری ضروری چیزیں لے کر آگے چلے گئے ہیں کیونکہ اس سے آگے شرپاؤں سمیت ہر ایک کے لئے آکسیجن استعمال کرنا ضروری ہے۔

ایک خیمہ کا ساتواں کیمپ ۸۲۸۰ میٹر کی بلندی پر ایک خطرناک جگہ پر لگایا گیا ہے۔ اونچی بلندی والے شرپا چڑھنے والوں سے رخصت ہوتے ہیں اور جنوب مشرقی کنارے سے جلدی جلدی اُتر کر اُس سے زیادہ حفاظت کی جگہ جنوبی کوَل پر پہنچ جاتے ہیں۔

گومبو، سُنام اور کملر کو اب اپنے آپ ہی سب کچھ کرنا ہے۔ موسم صاف ہے لیکن

ہوا چل رہی ہے۔ انھیں امید ہے کہ یہ رات کو بند ہو جائے گی۔ رات کے کھانے کے لئے شوربہ، سمپا یا بھسے جَو کے ستو گھولنے کے لئے اور چائے بنانے کے لئے یوٹا نے گیس کے چولھے پر برف پگھلا لیتے ہیں۔ دو آدمیوں کا خیمہ تین کے لئے ذرا چھوٹا ہے۔ وہ اپنا اپنا سامان جہاں تک ہو سکتا ہے ٹھیک کر کے رکھ لیتے ہیں۔ اپنے پورے لباس میں وہ ذرا مشکل سے اپنے بستری تھیلوں میں گھس کر لیٹتے ہیں۔ رات کو ایک منٹ میں آدھا لیٹر آکسیجن استعمال ہوتی ہے لیکن اس سے ان کی نیند خراب ہوتی ہے۔ کبھی کبھی ناک پر سے اس کا نقاب ہٹ جاتا ہے اور منہ سے سانس کے ساتھ باہر آنے والی ہوا کی نمی خیمہ پر جم جاتی ہے۔ جیسے چھوٹی چھوٹی اسٹالکٹائٹ کی طرح لٹکتی ہوئی برف کی قلمیں۔ اُن کی امید کے مطابق ہوا کم نہیں ہوئی بلکہ اس وقت تو اور تیز ہے۔ خیمے کا کپڑا زور زور سے اُڑا جاتا ہے۔ جسم اور دماغ کی اس بے چینی میں وہ صبح ہونے کا انتظار کرتے ہیں۔

نیچے بیس کیمپ اور ایڈوانس بیس پر ہر ممبر اور شرپا کا خیال اور دعائیں چوٹی پر جانے والی ٹیموں کے ساتھ ہیں۔ چوٹی پر جانے والی دوسری پارٹی جنوبی کوَل پر پہنچ گئی ہے اور اوپر جانے کے لئے اپنی باری کے انتظار میں ہے۔ اس کے ساتھ ہی اگر ضرورت پڑے تو وہ پہلی ٹیم کی مدد کرنے کو بھی تیار ہے۔

۲۵ مئی کی رات کو تین بجے تینوں اپنے اپنے خانوں سے رینگ کر باہر نکلتے ہیں۔ زور لگا کر اپنے جوتے پہنتے ہیں اور اپنے پیٹھ کے تھیلوں کا سامان ٹٹول کر دیکھ لیتے ہیں۔ ایک گھنٹہ بعد وہ چلنے کے لئے تیار ہیں لیکن ہوا ابھی تیز ہے۔ انھوں نے کچھ برف پگھلالی ہے اور پینے کے لئے نیبو کے سفوف کا رس گھول لیا ہے۔ ناشتہ میں سمپا، شکر کے کچھ ٹکڑے اور اوپر سے نیبو کا شربت۔ دن بھر کے سخت سفر کے لئے تھرموسوں میں نیبو کا شربت بھر لیا گیا ہے ایک ایک کر کے وہ خیمے سے باہر آتے ہیں اور اپنے جوتوں میں کیلوں والے لوہے کے تلے لگا لیتے ہیں۔

ایورسٹ اور اس کا مغربی بازو

سیدھے کھڑے ہو کر اپنی برف کی عینکیں ٹھیک کرتے ہیں۔ ہوا کے تیز جھونکے سے وہ گرتے گرتے بچتے ہیں۔ جلدی ہی ان کو اپنا توازن قائم رکھنے کے لئے ہوا میں جھکنا آجائے گا۔

سوچی سمجھی نقل و حرکت سے وہ اپنی اپنی کمر پر چڑھنے والی نائیلون کی رسّی باندھ لیتے ہیں۔ گومبو آگے، کمار بیچ میں اور سُنام پیچھے۔ وہ پھر دیکھ لیتے ہیں کہ اُن کے تھیلوں میں ضرورت کی ہر چیز ہے یا نہیں۔ چھ چھ کلوگرام سے زیادہ کے تین آکسیجن کے سلنڈر، نیبو کے شربت کی ایک بوتل، فالتو دستانے موزے فالتو عینکیں، کچھ مٹھائی، کیمرہ، ٹارچ اور چوٹی پر یادگار کے طور پر چھوڑ آنے کے لئے کچھ چیزیں۔ ایک منٹ میں چار لیٹر کے حساب سے اُن کے پاس ۱۲ گھنٹہ کی آکسیجن ہے۔ جب ایک سلنڈر خالی ہوجائے گا تو وہ دوسرا لگالیں گے اور خالی سلنڈر پھینک دیں گے۔ ہر چڑھنے والے کی پیٹھ پر چلتے وقت ۲۳ کلوگرام سے زیادہ کا وزن ہوتا ہے۔

صبح کے سات بجنے والے ہیں۔ تیز ہوا سے سوکھی برف کے شفاف ٹکڑے اُڑ اُڑ کر چڑھنے والوں کے چہروں پر لگتے ہیں۔ اس بڑے چیلنج کے لئے یہ کوئی بہت اچھا دن نہیں ہے۔ پھر بھی دعائیں مانگتے ہوئے بہادر چڑھنے والے اس اُمید پر نکل کھڑے ہوتے ہیں کہ موسم بہتر ہوجائے گا۔ رگوں میں کپکپی دوڑا دینے والے ہوا کے شدید اثر اور اس کے ساتھ کم درجہ حرارت کی وجہ سے ہوا بند اور حفاظت کے کپڑوں میں بھی وہ ٹھٹھرنے لگتے ہیں۔ وہ اوپر، اوپر — اور اوپر ایک ایک قدم مشکل سے چلتے ہیں اور ہر ہر قدم پر ایک اور بعد میں دو تین بار سانس لیتے جاتے ہیں۔ زناٹے کی ہوا چل رہی ہے اور اس کے جھکڑ سفوف جیسی تازہ برف کے بادل اڑاتے جاتے ہیں۔ دھندلاہٹ بڑھتی جا رہی ہے۔ کبھی کبھی کوئی بادل کا ٹکڑا اُن کے کافی نیچے سے گزر جاتا ہے۔

چڑھنے والوں کی رفتار تکلیف دہ حد تک سُست ہے۔ سُنام کی گیس کی جالی کچھ پریشان کر رہی ہے۔ سانس کی ہوا کی نمی کے جمنے سے آکسیجن کی اندر جانے والی نلکی رُک گئی ہے۔ وہ سانس لینے کے لئے منھ کھول دیتے ہیں اور اوپر چڑھنے کی رسّی کو زور سے تھام لیتے ہیں۔ پارٹی کو نلی صاف کرنے یا سُنام کو نیا نقاب دینے کے لئے رُکنا پڑتا ہے۔

سوا گیارہ بجنے والے ہیں اور وہ ابھی تک ۸۴۰۰ میٹر اونچی جنوبی چوٹی کے سب سے نچلے حصہ پر ہیں۔ بس اب ۲۱۰ میٹر سے زیادہ آگے نہیں جانا۔ دماغ پر دھند چھائی ہوئی ہے لیکن وہ جانتے ہیں کہ اس حساب سے ان کو چوٹی پر پہنچنے میں کئی گھنٹے لگیں گے۔ واپس آنے کے لئے دن کی روشنی بہت ہی کم رہ جائے گی۔ فضا میں ہوا سے تازہ برف کے ذروں کو اڑنے سے بہت کم دکھائی دیتا ہے۔ اُن میں سے ہر ایک اس مشکل حالت کو سمجھتا ہے مگر فیصلہ کون کرے؟۔

وہ رک جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اور پھر مجبور ہو کر برف میں دھم سے بیٹھ جاتے ہیں۔ ان کے دل نقاروں کی طرح زور زور سے دھڑک رہے ہیں۔ بات کرنے کے لئے اُن کو اپنی گیس کی جالیاں ہٹانی پڑیں گی۔ پھر بھی باتیں کرنے کا مطلب ہوگا اس طوفان میں چیخنا اور اس، میں بہت زور لگانا پڑے گا۔ پھر کہنے کو ہے ہی کیا؟

گومبو اپنا سر اٹھا کر ہاتھ کے اشاروں سے پوچھتے ہیں "اب ہم کیا کریں؟" سُنام اور کُمار بھی ایسے ہی اشارے کرتے ہیں۔ کچھ منٹ وہ خاموش بیٹھے رہتے ہیں۔ پھر گومبو خاموشی کو یہ کہہ کر توڑتے ہیں کہ آگے جانے میں سخت خطرہ ہے۔ دونوں اس سے اتفاق کرتے ہوئے مایوسی سے سر ہلا دیتے ہیں۔ اب جو بات چھڑ گئی تو سب مل کر یہ فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگتی کہ اب ان کے لئے صرف ایک ہی راستہ کُھلا ہے۔

ڈوبتے ہوئے دلوں کے ساتھ وہ اپنی منزل پر پہنچے بغیر واپس آنے کا فیصلہ کر لیتے ہیں منزل جو اتنی قریب ہے مگر پھر بھی کتنی دور! وہ کوشش ترک کر دیتے ہیں۔

واپسی میں بھی ان کا آکسیجن کا سامان بہت پریشان کرتا ہے۔ اُن کی طاقت اور ہمّت کم ہوگئی ہے اور وہ واقعی سُست ہو گئے ہیں اس حالت میں اترنا، چڑھنے سے کہیں زیادہ خطرناک

ہو سکتا ہے۔ کوئی حرکت غلط نہیں ہونی چاہئے۔ ایک قدم غلط پڑنے کا مطلب ہوگا ساری پارٹی کی بربادی۔ وہ بہت آہستہ آہستہ چیونٹی کی چال سے نیچے اُترتے ہیں۔ ایسی حالت کے بعد جو معلوم ہوتا تھا کہ ہمیشہ ایسی ہی رہے گی وہ تیسرے پہر دیر سے جنوبی کوَل پہنچتے ہیں۔ تھکن سے چور اور ان کے بدن کا پانی خشک۔ اُن کی مدد کرنے والی پارٹی کے ساتھی اُن کی دیکھ بھال کرتے ہیں، دوسرے دن وہ صحیح سلامت ایڈوانس بیس پر اُتر آتے ہیں۔

چوٹی پر جانے والی دوسری ٹیم جنوبی کوَل ہی میں اٹکی ہوئی ہے۔ مون سون کا ہراول دستہ پہلے ہی ایورسٹ کے علاقہ میں پہنچ چکا ہے۔ ۲۷ مئی کو یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ ہمارے پاس بس اتنا وقت ہے کہ اس سے پہلے کہ سارے پہاڑوں پر گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا جائے ہم نیچے اتر آئیں۔ اونچے کیمپوں پر سارے آدمیوں کو ہدایت کر دی جاتی ہے کہ دیر کیے بغیر بیس کیمپ کی طرف چل پڑیں۔ ایک بڑی پارٹی کو خوب سمجھا دیا جاتا ہے کہ وہ برف کے اس جھرنے میں واپسی کے راستہ کی دیکھ بھال کرے۔

۲۹ مئی کو ایورسٹ کو پہلی بار سر کئے جانے کی سالگرہ تھی۔ ہر ایک چڑھنے والا اور شرپا بیس کیمپ پر صحیح سلامت واپس آچکا ہے۔ میں نے چین کا سانس لیا۔ آنکھیں بند کر کے میں نے شکرانہ میں دعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دیئے۔ ہم پہاڑ پر چڑھنے کے لئے آئے تھے لیکن اپنے آدمیوں کی سلامتی کا مجھے سب سے زیادہ خیال تھا۔ کوئی چوٹی بھی پہاڑ پر چڑھنے والے کسی پیارے ساتھی کی زندگی یا اس کے جسم کے کسی حصہ کے برابر قیمتی نہیں ہو سکتی۔

یہ کہنا غلط ہوگا کہ ہم مایوس نہیں ہوئے تھے ہمارے دلوں پر بوجھ تھا۔ ہر ایک کو کامیابی کی امید ہوتی ہے اور وہ اس کے لئے محنت کرتا ہے لیکن ہم جانتے ہیں کہ گومبو، سُنام اور کُمار نے جو کچھ وہ کر سکتے تھے کیا۔ اور آپ اس سے زیادہ تو اور کچھ نہیں کر سکتے کہ جو کچھ آپ کے بس میں ہو وہ آپ کریں۔

ہم نے اس بڑی مہم سے بہت کچھ سیکھا اور ہم ایک قیمتی تجربہ اپنے ساتھ لائے جس سے بعد کے پہاڑ پر چڑھنے والوں کو بہت مدد ملی۔ سامان کی عمدگی کو اور بہتر بنایا گیا۔ اگلی دو ٹیمیں اچھی تربیت پا کر اور سامان سے اچھی طرح لیس ہو کر پہاڑ پر گئیں۔

9 - ایورسٹ، سنہ ۱۹۶۲ء

پہلی مہم کی واپسی کے فوراً بعد یہ طے پایا کہ سنہ ۱۹۶۲ء میں ایورسٹ پر چڑھنے کی ایک اور کوشش کی جائے۔

سنہ ۱۹۶۱ء میں پلان بننے شروع کئے گئے۔ اناپورنا نمبر III نیل کنٹھ اور دیوستھان میکٹولی کی مہمیں منظم کی گئیں تاکہ اگلی ٹیم کے لئے لائق آدمی چننے کا زیادہ موقع ملے۔ میجر جان ڈائس کو ٹیم کی سرداری کے لئے چُنا گیا اور انسٹرکٹر لیفٹیننٹ ایم ایس۔ کوہلی کو نائب لیڈر چُنا گیا۔ چودہ آدمیوں کی ٹیم میں، جس میں دو ڈاکٹر تھے، پانچ آدمی سنہ ۱۹۶۰ء کی مہم کے بھی تھے۔ گوردیال سنگھ اور ہری ڈانگ کو بھی چُنا گیا۔

جان ڈائس کی طاقت ور سرداری میں پلان بنانے اور تنظیم کا کام خوب چلتا رہا تجربکار شرپا انگ تھار کے کو جنھیں دنیا بھر کے پہاڑ پر چڑھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں، اس پر راضی کرلیا گیا کہ اپنا سڑک بنانے کی ٹھیکہ داری کا نفع والا کام وقتی طور پر چھوڑ کر شرپا سردار کی حیثیت سے ٹیم میں شامل ہو جائیں یہ مکمل اور طاقتور ٹیم ۱۷ فروری سنہ ۱۹۶۲ء کو جے نگر سے ایورسٹ کے لئے روانہ ہوگئی۔

اُسی مبارک راستے پر چلتے ہوئے اور تھیانگ بوچہ پر تھوڑے دن آب و ہوا سے مانوس ہونے کے بعد مہم مارچ کے آخر تک بیس کیمپ پر پہنچ گئی۔ پہاڑ پر چڑھنے کے متوالے نوجوان تیزی سے آگے بڑھے۔ پہلی بڑی رکاوٹ یعنی برف کے جھرنے کو پار کرکے انھوں نے مغربی کوُم میں بھی اپنی وہی تیز رفتار برقرار رکھی۔ اپریل کے پہلے ہفتہ کے آخر تک انھیں دوسری بڑی رکاوٹ لھوٹسے فیس کا سامنا کرنا پڑا۔ لھوٹسے گلیشیر اس سال ہمیشہ کے مقابلہ میں زیادہ ٹوٹا ہوا تھا۔ برف کے اونچے نیچے اُبھار، دراڑیں، ڈھلان، پھسلواں ڈھال اور زناٹے کی ہواؤں نے کوئی چار ہفتہ تک ٹیم کو تیسرے اور چوتھے کیمپ کے ٹھنڈے اُجاڑ علاقے ہی میں رہنے کے لئے مجبور کردیا۔ لیکن وہ اس عرصہ میں بے کار نہیں بیٹھے۔ چھوٹی چھوٹی پارٹیاں

آگے راستہ کھوجتی رہیں اور باری باری سیڑھیاں بنانے، میخیں گاڑنے اور رسیاں لگانے کا کام کرتی رہیں۔ ۱۰ مئی کو لھوتسے فیس ہار گئی اور پانچواں کیمپ لگ گیا لیکن قربانی دیئے بغیر نہیں۔

برف کی ایک تنگ گھاٹی کو پار کرتے ہوئے ۲۸ اپریل کو پانوانگ شرنگ کے پیٹ میں لھوتسے میں فیس سے لڑھکتا ہوا ایک بڑا پتھر آن لگا۔ اس سے پہلے کہ انھیں بیس کیمپ پر پہنچایا جا سکے اس بہادر شرپا نے دم توڑ دیا۔

۲۱ مئی کو ٹیم نے جنوبی کول پر چوتھا کیمپ لگا لیا۔ اس ٹیم کے ساتھ بھی موسم نے سختی شروع کر دی۔ دلیری سے یہ اوپر چڑھتے رہے۔ جنوبی کول پر مہم کے سردار خود ہی مدد کرنے والی پارٹی کی رہنمائی کر رہے تھے جس میں ہری ڈانگ اور ثمن دڈبے شامل تھے۔

چوٹی پر جانے والی پارٹی میں کوہلی، سُنام گیاتسو اور گوردیال تھے۔ بعد میں جنوبی کول پر گوردیال کی بجائے ہری دانگ آ گئے۔ وہ ۲۶ مئی کو کول پر پہنچ گئے۔ موسم کے بہت خراب ہونے کی وجہ سے کوئی دو دن تک چوٹی پر جانے والے اوپر چڑھنے سے رکے رہے۔ آخر کار ۲۸ مئی کو سہ پہر میں ۸۲۹۵ میٹر کی بلندی پر ساتواں کیمپ لگا لیا گیا۔

انھیں امید تھی کہ تین لینگ اور ہلیری کی ایورسٹ کی فتح کی نویں سالگرہ ہر وہ ۲۹ مئی کو ایورسٹ کی چوٹی پر پہنچ جائیں گے لیکن تیز ہواؤں اور سخت موسم کی وجہ سے وہ اس اونچے کیمپ پر تکلیف دہ رات گزارنے پر مجبور ہو گئے۔

۳۰ مئی کو پَو پھٹنے کے وقت موسم صاف تھا۔ لیکن اس کے بعد جلدی ہی ہوائیں چلنی شروع ہو گئیں۔ کوہلی، سُنام اور ڈانگ رُکے بغیر صبح کے سات بجے اپنی منزل کی طرف چل پڑے۔ تیز ہواؤں کا سامنا کرتے ہوئے وہ بہادری سے جی توڑ کوشش کرتے رہے۔

صبح کے نَو بجے کے قریب موسم اور خراب ہو گیا لیکن وہ چلتے رہے۔ سہ پہر میں پَونے تین بجے جب وہ ۶۰ میٹر اور چڑھ کر ۸۲۹۵ میٹر کی بلندی پر پہنچے تو انھوں نے یہ جان لیا کہ اب اور آگے بڑھنا ممکن نہیں ہے۔ اور اب جبکہ وہ چوٹی سے مشکل سے ۱۲۰ میٹر دور تھے کوئی اور صورت نہیں تھی سوائے اس کے کہ یہ کوشش چھوڑ دی جائے اور وہ واپس چلے آئیں۔

میجر جان ڈائس

واپسی کا سفر پہاڑی پر سے اُترنے کا کوئی آسان کام نہ تھا گرجتی ہوئی تیز ہواؤں سے اُڑ اُڑ کر ڈنک سے مارتے ہوئے برف کے شفاف ٹکڑوں سے بچتے اور کہُر سے دھندلی عینکوں میں سے دیکھتے ہوئے وہ لگر لگر راستہ ٹٹولتے ایک ایک انچ آگے بڑھے۔ ایک غلط قدم پڑنے سے وہ لڑھکتے ہوئے ہزاروں میٹر نیچے جا پڑتے۔ ان کی سُست رفتار سے دکھ ہوتا تھا اور اس حساب سے یہ ممکن نہیں

معلوم ہوتا تھا کہ وہ جنوبی کوَل پہنچ بھی جائیں گے۔

سورج ڈوب گیا اور آخرکار اندھیرا چھا گیا۔ خیمہ کہاں تھا؟ دو گھنٹے تک پریشان اندھیرے میں وہ اسے ڈھونڈتے پھرے۔ امید چھوٹنے لگی اور وہ بھٹکتے رہے۔ آخرکار ۱۰ بجے رات کو جب وہ بے بس اور تھک کر چوُر ہو گئے وہ ہانپتے کانپتے اور لڑکھڑاتے ہوئے اپنے خیمہ میں داخل ہوئے۔ انھیں ایک رات اور اتنی بلندی پر کاٹنی تھی اور وہ بھی بغیر آکسیجن کے۔ یہ صرف ان کے ارادہ کی طاقت تھی کہ وہ زندہ رہے۔

اس عرصہ میں نیچے جنوبی کوَل پر مدد کرنے والی پارٹی ان کی فکر میں بہت پریشان رہی۔ ۳۱ مئی کو چوٹی پر جانے والی پارٹی گرتی پڑتی جنوبی کوَل پر پہنچی جہاں گوردیال اور ثریا ڈانور بونے چھ دن گزارے تھے۔ باقی دوسروں کو نیچے جانا پڑا کیونکہ آکسیجن، کھانا اور ایندھن ختم ہو گیا تھا۔ ایک رات کوَل پر گزارنے کے بعد پوری پارٹی بیس کیمپ پر واپس آ گئی جس سے مہم کے لیڈر اور ہر ایک ممبر کو اطمینان نصیب ہوا۔

سخت مشکلوں کے مقابلہ میں یہ بڑا بہادری کا کام تھا۔ کامیابی چاہیے دوسری بار بھی ہاتھ میں آتے آتے رہ گئی تھی۔ لیکن جان ڈائس کی شاندار رہنمائی میں دوسری ایورسٹ مہم نے یہ صاف طور پر دکھا دیا کہ ہندوستان میں واقعی کچھ اچھے پہاڑ پر چڑھنے والے موجود ہیں۔

ہمالیہ کی کشش اب بھی پہاڑ پر چڑھنے والے ہندوستانیوں کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ دوسری مہم کے لیڈر اور ممبر چیلنج چھوڑنے کو تیار نہیں تھے۔ جان ڈائس نے ایورسٹ سے وعدہ کیا تھا کہ "ہم پھر آئیں گے"۔ اور یہ وعدہ پورا کرنا تھا چاہے کتنی بھی مشکلیں ہوں۔

۱۹۶۲ء میں کوئی آدھی درجن چھوٹی چھوٹی مہمیں چلائی گئیں۔ ان میں سے بیشتر نے اپنی اپنی چوٹی سر کی۔ ۱۹۶۳ء میں پھر اتنی مہمیں چلائی گئیں۔ ہندوستان میں پہاڑ پر چڑھائی کے شوق سے بہت تیزی سے قابلیت اور تجربے کی گہری بنیاد پڑ رہی تھی۔ اس عرصہ میں انڈین ماؤنٹینرنگ فاؤنڈیشن کی نگاہیں ایورسٹ پر لگی رہیں۔ اس پر جانے کے لئے ۱۹۶۳ء کے لئے امریکیوں نے اور ۱۹۶۴ء کے لئے جرمنوں نے اپنا نام لکھوا دیا تھا اس لئے آئی۔ ایم۔ ایف نے ۱۹۶۵ء کے لئے اپنا نام لکھوا لیا۔

آئی۔ ایم۔ ایف نے یہ جان لیا تھا کہ تیسری ایورسٹ پر چڑھنے کی مہم مہنگا سودا ہے۔ مہم ان کی آخری مہم ہو گی۔ اس لئے انھوں نے ہمارے پہاڑ پر چڑھنے والوں کو مزید تربیت اور تجربہ عطا کرنے کا فیصلہ کیا۔ آئی۔ ایم۔ ایف نے پنچ چُلی، نندا دیوی اور ترشول کے لئے تین مہمیں چلائیں۔

فلائٹ لیفٹیننٹ اے۔ کے۔ چودھری کی ٹیم پنچ چُلی سلسلہ (۶۷۹۵ میٹر) کی بڑی چوٹی پر چڑھنے میں ناکام رہی لیکن ساتھ کی دوسری تین چوٹیوں پنچ چُلی نمبر III نمبر IV

10 - آخر کامیابی نصیب ہوئی!

ایورسٹ پر ہماری تیسری مہم کی کہانی اگست ۱۹۶۴ء میں شروع ہوئی۔ کمانڈر ایم۔ ایس کوہلی کو لیڈر اور میجر نریندر کمار کو اُن کا نائب چُنا گیا۔ کوہلی کے لئے ایورسٹ کوئی نیا پہاڑ نہیں تھا۔ وہ ہر لحاظ سے لیڈر تھے۔ اُن میں جوش تھا، مہارت تھی، تجربہ تھا اور صحیح فیصلہ کرنے کی سمجھ بوجھ تھی۔

کوہلی کے لئے کمار سے اچھا نائب اور کون ہوتا۔ آٹھ سال میں کمار کو بہت سے پہاڑ پر چڑھنے والے ہندوستانیوں سے زیادہ تجربہ ہو چکا تھا۔ دوسرے کارناموں کے علاوہ وہ تین کامیاب مہموں کی سرداری کر چکے تھے۔ وہ ۱۹۶۰ء میں ایورسٹ کی چوٹی پر جانے والی پہلی پارٹی کے ممبر تھے۔

مہم کے لئے ویسی ہی تیاریاں کی گئیں جیسی دو پہلی مہموں کے لئے کی گئی تھیں صرف یک فرق تھا۔ وہ یہ کہ اب ہندوستانیوں کو نہ صرف پہاڑوں پر چڑھنے میں بلکہ پہاڑ پر چڑھنے کا سامان بنانے میں بھی زیادہ تجربہ ہو گیا تھا اور ان میں زیادہ قابلیت آگئی تھی۔ ایچ۔ ایم آئی کی نگرانی میں ایورسٹ پر جانے سے پہلے کے ٹریننگ کورس کے بعد ۱۵ آدمیوں کی ایک ٹیم چنی گئی۔ ان میں گوردیال سنگھ، سُنام گیاتسو، سی۔ پی۔ وُہرا اور نوانگ گومبو جیسے پہاڑوں پر چڑھنے کے سورما تھے۔ ظاہر ہے کہ ٹیم میں کافی نیا خون بھی تھا۔

پہلی اور دوسری مہم کی طرح کوہلی کی ٹیم نے چلنے کا وہی جانا پہچانا راستہ اپنایا

اور نمبر ۱۷ پر چڑھنے میں کامیاب ہوگئی۔ لیفٹیننٹ کمانڈر ایم۔ ایس۔ کوہلی کی پارٹی نے مشرقی نندا دیوی (۷۴۳۴ میٹر) پر کوشش کی لیکن جب ایک ایوالانش نے دوسرا کیمپ اڑا دیا تو یہ پارٹی بال بال بچ گئی۔ ذخیرہ اور سامان کے نقصان کی وجہ سے یہ مہم چھوڑ دی گئی۔

سال کی سب سے شاندار کامیابی ۲۰ رجون ۱۹۶۴ء کو کیپٹن نریندر کمار کی ٹیم کی نندا دیوی پر چڑھائی تھی۔ ہمالیہ کے بیچ کی سب سے اونچی چوٹی نندا دیوی (۷۶۹۳ میٹر) اچھے سے اچھے چڑھنے والوں کے لئے ایک گھبرا دینے والا چیلنج ہے۔ کمار کی ٹیم واپس آتے ہوئے دیوستھان نمبر ۱۱ پر بھی جلدی جلدی چڑھ گئی۔

ہماری لڑکیاں بھی ہمالیہ کی بلندیوں پر چڑھنے میں پیچھے نہیں تھیں۔ ایچ۔ ایم۔ آئی کے ۱۹۶۱ء میں پہلے لیڈیز بیسک کورس کے بعد سے انھوں نے اور اونچے چڑھنے کی کوشش شروع کر دی۔ ۱۹۶۳ء میں گجرات کے لڑکوں اور لڑکیوں کی ایک ٹیم گڑھوال میں شری کیلاش (۶۹۱۷ میٹر) پر چڑھ گئی۔ اگلے برس اکتوبر میں مسز جوائس ڈن ہیتھ کی ہندوستانی لڑکیوں کی پارٹی نے مرگ تھوئی کو سر کر لیا۔

کمانڈر۔ ایم، ایس، کوہلی

یعنی جے نگر سے چل کر مشہور گاؤں نامچہ بازار۔ پھر تھیانگ بوچہ۔ مٹھ اور اس کے آس پاس کا دھاک بٹھا دینے والا علاقہ۔ پھر کھمبو گلیشیئر کی نچلی حدوں پر چڑھتے ہوئے وہ ۲۲ مارچ ۱۹۶۵ء کو ۵۴۰۰ میٹر اونچے بیس کیمپ پر پہنچ گئے۔

ایک دن آرام اور اپنی پارٹی کی پھر سے تنظیم کے بعد انھیں اُس ڈراؤنے برف کے جھرنے کا سامنا کرنا پڑا جس میں سخت خطرے چھپے رہتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ برف کے بڑے اور بھدے ٹکڑے منھ کھلی دراڑوں میں لڑھکنے کے لئے تیار ہیں اور وہاں خطرناک زاویوں کے جھکے جھکے سے برف کے بڑے بڑے مینار تھے۔ چڑھنے والے

اور شرپا اس دشمن کی اُن چھپی ہوئی باتوں کو جانتے تھے جن پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ اس کی چالوں کے مقابلہ کے لئے قاعدے بھی جانتے تھے اور ان کے پاس اس کا سامان بھی تھا۔ چار دن کی ان تھک اور کڑی محنت کے بعد وہ برف کے جھرنے کے اوپر والے سرے پر پہنچے۔ اب وہ "خاموش وادی" میں تھے۔ مغربی کوم کو یہ نام ۱۹۵۲ء میں سوئٹزرلینڈ والوں نے دیا تھا۔ دوسرا کیمپ، ایڈوانس بیس کیمپ اور تیسرا کیمپ لگانا آسان کام تھا۔ ایک ہفتہ میں انھوں نے ان کیمپوں میں سامان لگا لیا تاکہ وہ اگلی مشکل رکاوٹ یعنی لھوتزے فیس سے نمٹنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

کوہلی کی ٹیم نے اس بات میں خاص طور سے احتیاط برتی۔ دو دو نے مل کر کام کیا اور حفاظت کے لئے قریب قریب ڈھلان کے سارے راستہ پر رسیاں لگا دیں۔ رگوں میں ہر جما دینے والی سردی کے بعد یہ پھسلواں راستہ کھلا جس میں ہوا کے جھکڑ چلتے رہتے ہیں اور ضروری سامان کی پہلی کھیپ ۱۶ اپریل کو ۷۸۰۰ میٹر کی بلندی پر جنوبی کول پہنچ گئی۔ اور پھر اگلے ہفتے دو کھیپیں اور۔

جنوبی کوَل کے کیمپ میں سامان اکٹھا کرنے کے بعد اگر موسم ٹھیک رہے تو اب پھر مہم اپنے کام کے آخری اور سب سے اہم حصہ کے لئے تیار تھی۔

کوہلی نے یہ سوچا تھا کہ چوٹی پر جانے والی پارٹی میں دو دو کی دو ٹولیاں بھیجیں۔ گومبو اور چیمہ، سُنام گیاتسو اور سُنام وانگیال۔ چوٹی کی پہلی ٹیم اور اس کی مدد کرنے والی پارٹی ابھی مشکل سے جنوبی کوَل پہنچی تھی کہ موسم خراب ہو گیا۔ انھوں نے دو دن تک کوَل پر انتظار کیا لیکن ہوا کی تیزی اُسی طرح باقی رہی۔ موسم کی خراب پیشین گوئی کے باعث بہتری کی کوئی امید نہیں تھی۔ ۳۰ اپریل کو لیڈر نے ٹیموں کو بیس کیمپ پر واپس

بلانے کا فیصلہ کرلیا۔ ایسا کرنے میں کوہلی نے بہت سوجھ بوجھ کا ثبوت دیا کیونکہ اس کے علاوہ کہ شرپا اور چڑھنے والوں پر اونچی بلندی کا خراب اثر پڑتا، اونچے کیمپ پر بے نتیجہ ٹھہرنے سے قیمتی آکسیجن، کھانا اور ایندھن بھی خرچ ہو جاتا۔

اب کے اپریل اور مئی میں ایورسٹ پر موسم بڑا عرصے تک خراب رہا۔ تین ہفتے تک برابر ہوا بے تحاشا چیختی رہی۔ کوئی بھی پہاڑ پر چڑھنے والا چاہے وہ کتنا بھی ماہر اور دُھن کا پکا ہو کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر موسم ساتھ نہ دے۔ تین ہفتے سخت تکلیف میں گزرے اور مہم بیس کیمپ سے نہ ہل سکی۔

آخر کار مئی کا آدھا مہینہ گزرنے پر موسم بہتر ہوا۔ وقت کھوئے بغیر پارٹیاں ایک دوسرے کے بعد چل پڑیں۔ چوٹی پر جانے والی گومبو اور چیمہ کی پہلی جوڑی ۱۶ر مئی کو بیس کیمپ سے روانہ ہوئی اور اٹھارھویں تک جنوبی کول پر پہنچ گئی۔ ۱۹ر مئی کو مدد دینے والی پارٹی نے آخری کیمپ ۸۳۸۰ میٹر کی بلندی پر لگا لیا۔ اس سے اونچا کیمپ کبھی نہیں لگایا گیا تھا۔ پہلے ہی یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ آخری کیمپ جتنا اونچا لگایا جائے گا چوٹی پر چڑھنے والوں کو چوٹی پر پہنچنے اور حفاظت سے واپس آنے میں اتنی ہی آسانی ہوگی۔

۲۰ر مئی چڑھنے کے لئے اچھا دن تھا — صاف اور روشن۔ ہوا بالکل نہیں تھی۔ گومبو اور چیمہ صبح ۵ بجے چوٹی کے لئے روانہ ہو گئے۔

نیچے بیس کیمپ پر گھبراہٹ سی تھی۔ چوٹی پر چڑھنے والوں نے پہلے ہی چلتے پھرتے ریڈیو کے ذریعہ آخری کیمپ لگا لینے اور اپنی خیریت کا پیغام بھیج دیا تھا۔ کمار کو صبح ساڑھے سات بجے اپنی دوربین سے جو انھوں نے مخروطی ایورسٹ کی چوٹی کی طرف لگا رکھی تھی جنوبی چوٹی پر دو کالے کالے نقطے نظر آئے۔ بعد میں وہ برابر ایورسٹ کی پُھننگ کی طرف بڑھتے ہوئے دکھائی دیئے۔

ساڑھے چار گھنٹے کی سخت چڑھائی کے بعد گومبو اور چیمہ کو چڑھائی ذرا آسان معلوم ہونے لگی۔ گومبو جانتا تھا کہ اس کا کیا مطلب ہے کیونکہ وہ پہلے ۱۹۶۳ء میں امریکہ والوں کے ساتھ ایورسٹ پر چڑھ چکا تھا۔ انھوں نے اپنی پیٹھ کے تھیلے اتار دیئے اور ایک ساتھ گولے کے اُبھار پر پہنچنے کے لئے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ کچھ لمحوں کے بعد وہ اور زیادہ اونچے نہیں چڑھ سکتے تھے۔ کیونکہ وہ تو اب ایورسٹ کی چوٹی پر تھے! اس طرح اس بڑے کام میں ساری دنیا میں صرف گومبو ہی وہ ایک آدمی ہیں جو ایورسٹ پر دوبارہ چڑھے۔

چیمہ اور گومبو کو امریکی مہم (۱۹۶۳ء) کا لگایا ہوا چار فٹ لمبا بانس نظر آیا جس پر انھوں نے امریکی جھنڈا لگایا تھا۔

نوانگ گومبو
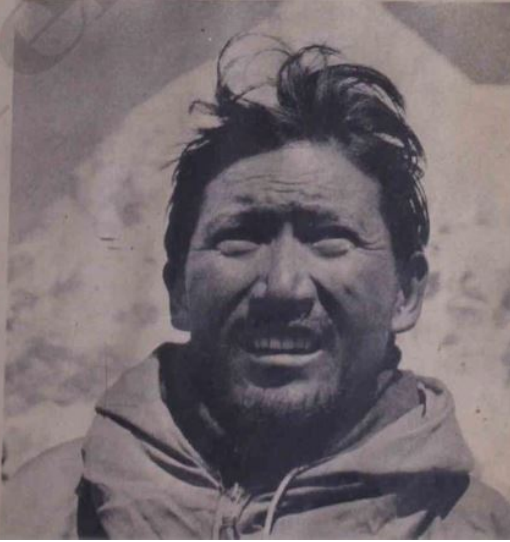
ایورسٹ پر جانے والے ان دو ہندوستانیوں نے اس بانس پر ہندوستانی اور نیپالی جھنڈے لگائے۔ وہ ۳۰ منٹ چوٹی پر رہے اور انھوں نے تبت، سکم کی کنچن جنگا اور نیپال کے مکالو اور دوسرے پہاڑوں کو اچھی طرح دیکھا۔

موسم تیزی سے خراب ہو رہا تھا۔ اس لئے وہ واپسی کے لئے چل پڑے۔ اگرچہ جنوبی کول تک واپسی کے سفر میں کوئی خاص بات نہ ہوئی مگر یہ سفر مشکل اور خطرناک تھا۔

اس عرصے میں چوٹی پر جانے والی دوسری پارٹی ـــ سُنام گیاتسو اور سُنام وانگیال اپنی چھوٹی سی مددگار پارٹی کے ساتھ بڑھ رہی تھی، وہ ۲۰ مئی کو جنوبی کول پہنچ گئے۔ اگلے دن وہ چوٹی کے کیمپ پر پہنچے۔ اس چڑھائی میں سُنام گیاتسو کی پیٹھ برف کے اثر سے تھوڑا سا ورم ہو گیا لیکن اس سے اُن کے پکّے ارادے یا کام میں کوئی فرق نہ آیا۔ یہ بہادر پہاڑ پر چڑھنے والا پانچ برس میں تیسری بار ایورسٹ پر جا رہا تھا۔ ۲۲ مئی کو چھ گھنٹے کی چڑھائی میں یہ دونوں سُنام اس چوٹی پر پہنچ گئے۔ جس کی انھیں آرزو تھی۔ نئے بانس پر ایک اور ترنگا اور نیپالی جھنڈا چوٹی پر لہرانے لگا۔ سہ پہر میں موسم خراب ہو گیا اور ڈیڑھ گھنٹہ کی اترائی کے بعد وہ چوٹی کے کیمپ سے اور نیچے نہ آسکے۔ یہاں ان کو ایک رات اور گزارنی پڑی۔ چلتے پھرتے ریڈیو میں کچھ خرابی ہو گئی۔ اس لئے وہ بیس کیمپ پر اپنی کامیابی اور خیریت سے واپسی کا پیغام نہ بھیج سکے۔ بیس کیمپ اور دہلی میں ان کے دوستوں نے ان کی خیریت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ایک رات پریشانی میں گزاری۔

دو دن بعد ۲۴ مئی کو سی۔ پی۔ وُہرا اور شرپا انگ کامی نے چوٹی پر پہنچ کر ایورسٹ کو برابر تین بار سر کرنے کا سہرا باندھا۔ موسم نے اس پارٹی کو بھی آخری کیمپ سے اور زیادہ نیچے نہ اترنے دیا جہاں ان کو واپس آتے ہوئے ایک رات گزارنی پڑی۔

چوٹی پر جانے والی چوتھی پارٹی جس میں کیپٹن ایچ۔ ایس۔ آہلو والیہ، ایچ۔ سی۔ ایس۔ راوت۔ کیپٹن ایچ۔ وی۔ بہوگنا اور اسسٹنٹ سردار پھودورجے شامل تھے، روانہ ہوئی اور ۲۸ مئی کو آخری کیمپ پر پہنچ گئی۔ بدقسمتی سے کیپٹن بہوگنا کے پیٹ میں کچھ تکلیف ہو گئی اور ان کو واپس آنا پڑا اور چوٹی پر جانے والی پارٹی میں تین آدمی رہ گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ایورسٹ پر پہلی فتح کی بارھویں سالگرہ منانے کے لئے آہلو والیہ، راوت اور پھودورجے ۲۹ مئی کو ایورسٹ کی چوٹی پر پہنچے ہوں۔ انھوں نے دیکھا کہ چوٹی پر تو بانسوں پر لگے ہوئے ہندوستانی اور نیپالی جھنڈوں کا لہراتا ہوا ایک چھوٹا سا جنگل کھڑا ہے۔ انھوں نے اس میں جھنڈوں کا ایک اور مجموعہ بڑھا دیا جس میں مہم کے نشان کا بھی جھنڈا تھا۔ دو مالائیں، ایک جھنڈا جس پر دعا لکھی ہوئی تھی ایک ریشمی رومال لئے ہوئے گرونانک کی ایک تصویر اور چاندی کے لاکٹ میں دلائی لامہ کی تصویر چوٹی پر چھوڑ دی گئیں۔ ان معمولی چڑھاؤں سے ان خیالوں کا پتہ چلتا ہے جن کو لے کر ہندوستان کے چڑھنے والے پہاڑوں پر جاتے ہیں۔ خدا کا شکر ادا کر کے پارٹی چومولنگما (ایورسٹ کو شرپا اسی نام سے جانتے ہیں) سے رخصت ہوئی۔

دس دن کے اندر اندر چار ٹیموں میں نو آدمیوں کا ایورسٹ کی چوٹی پر پہنچ جانا ـــ یہ ہے دو لفظوں میں ہماری تیسری مہم کی کامیابی کا قصہ!

ہم سب سے اونچے پہاڑ پر تو چڑھ ہی گئے لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جہاں تک پہاڑوں پر چڑھنے کا سوال ہے ایورسٹ پر چڑھنا ہی آخری بات نہیں ہے۔ ہر پہاڑ کا اپنا ایک چیلنج ہوتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہمالیہ میں اور بہت سی چھوٹی چھوٹی چوٹیاں ایسی ہیں جن پر چڑھنا اصولی طور پر ایورسٹ پر چڑھنے سے زیادہ مشکل ہے۔ بڑے بڑے پہاڑی علاقے اور دنیا کی اور چوٹیوں سے زیادہ اونچی بیسیوں چوٹیاں ایسی ہیں جن کو ابھی کھوجنا اور اُن پر چڑھنا باقی ہے یہ دنیا بھر کے نوجوانوں کے دلوں کو موہ لینے والا ایک چیلنج ہے۔

11- ایورسٹ کے بعد

ایورسٹ کی تیسری مہم کی کامیابی کے بعد ہمارے ملک میں پہاڑ پر چڑھنے کا شوق بہت بڑھا زیادہ سے زیادہ نوجوان چاہنے لگے کہ پہاڑوں پر چڑھنے کے لئے جائیں۔ پہاڑ پر چڑھنے کے شوقینوں کی اس بڑھتی ہوئی مانگ کو پورا کرنے کے لئے ایک اور ماؤنٹینئرنگ انسٹی ٹیوٹ اُتر پردیش میں اُترکاشی کے مقام پر کھولی گئی۔ حکومتِ گجرات نے بھی راجستھان میں ماؤنٹ آبو میں ایک انسٹی ٹیوٹ کھولی۔ پہاڑوں پر چڑھنے والوں میں آج سب سے زیادہ گجرات کے لڑکے اور لڑکیاں ہیں

ہمالیہ کی چوٹیوں پر جانے کی بڑی مہموں میں کافی پیسہ اور وقت لگتا ہے اور وہ بہت سے نوجوانوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ پہاڑوں کے شیدائی، شوقین نوجوانوں کی ہمت بڑھانے کے لئے آئی ایم۔ ایف کم اونچی چوٹیوں پر بہت سی چھوٹی چھوٹی مہموں کو مدد دینے لگی۔

جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں اس بڑے تفریحی کھیل میں لڑکیوں کو الگ تھلگ نہیں رکھا گیا۔ ۱۹۶۷ء میں گجرات کی نندنی پٹیل کی سرداری میں پانچ لڑکیاں جاپانی عورتوں کی اُس مہم میں شریک ہوئیں جو ہماچل پردیش کی کچھ دلچسپ چوٹیوں پر چڑھی۔

پہاڑوں پر چڑھنے والے نوجوان مشق کرتے ہوئے

۱۹۶۹ء میں گجرات کی چار لڑکیوں کی ایک ٹیم ہنومان ٹبہ پر گئی۔ پہاڑوں پر چڑھنے والی دنیا کی دوسرے ملکوں کی کچھ پارٹیاں بھی آئی ہیں۔ اس تجربہ کی بدولت ہندوستانی نوجوانوں کو دوسرے ملکوں کے نوجوان مرد اور عورتوں کے ساتھ رہنے سے فائدہ اُٹھانے کا اچھا موقع ملا ہے۔

نوعمر لڑکوں اور لڑکیوں نے بڑوں کے مقابلہ میں زیادہ شوق دکھایا ہے۔ لیکن ان کو شاگرد کی حیثیت سے ماؤنٹینئرنگ انسٹی ٹیوٹ میں نہیں لیا جا سکتا تھا کیونکہ اس کے لئے کم سے کم اٹھارہ برس کی عمر ضروری ہے۔ اُن کے فائدہ کے لئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ تقریباً تین ہفتہ کی مدت کے ایڈوینچر کورس کھولے جائیں۔ پہاڑوں اور خاص طور پر پتھریلی چٹانوں پر چڑھنے کی ابتدائی باتیں سیکھنے کے لئے علاوہ لڑکوں اور لڑکیوں کو پہاڑوں پر ان کی مشق بھی کرنی پڑتی ہے۔ اُن کو اپنے آپ پہل کرنے اور اپنی سرداری کی قابلیت دکھانے کے کافی موقعے دیئے جاتے ہیں۔ کچھ اسکول پہاڑوں پر چڑھنے والی اپنی پارٹیاں بھی بھیجتے ہیں۔ انھیں ماؤنٹینئرنگ انسٹی ٹیوٹ سے ضروری مدد ملتی ہے۔

ہو سکتا ہے کہ ہر ایک آدمی چوٹی پر نہ پہنچ سکے لیکن پہاڑ پر چڑھنے کے اور بہت سے فائدے ہیں۔ پہاڑوں پر رہنا، اپنا بوریہ بستر لاد کر پیدل چلنا، قدرت کی شان و شوکت، چاروں طرف اونچی نیچی زمین اور کھُردراپن، موسم کا ایک حال پر نہ رہنا اور امن اور شانتی خود بڑی نعمتیں ہیں۔

پہاڑوں پر سفر کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ اتنا سامان لاد لیں جتنا آپ کو بہت اونچائی پر جانے کی مہم میں چاہیئے آپ کا سامان اور کپڑے ۱۵ کلوگرام سے زیادہ وزنی نہیں ہونی چاہئیں تاکہ آپ اسے آپ اپنی کمر پر لاد کر لے جاسکیں۔ ہلکے پھلکے کپڑوں کے علاوہ بند گلے کے اونی سوئٹر، ہوا بند صدری، ایک جوڑی کینوس کے جوتے اور ایک روئی یا سوتی استر لگے ہوئے کمبل

کی زبان میں اس طریقہ کو لپشین کہتے ہیں۔ یہ پہاڑ پر چڑھنے کے اصل مطلب کو بہت خوبی سے ظاہر کرتا ہے۔ پہاڑ پر چڑھنے کی کوئی مہم پوری ملی جلی کوشش کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتی۔ آپس میں بھروسا، ایک دوسرے کو سمجھنا، مل جل کر کام کرنا اور اپنے لیڈر پر پورا بھروسا رکھنا بہت سی ضروری باتیں ہیں۔ پہاڑ پر چڑھنا ایسی تفریح ہے جو آدمی میں یہ خوبیاں نمایاں کر دیتی ہے۔

یہ دیکھ کر دل بڑھتا ہے کہ نوجوانوں میں پہاڑوں پر چڑھنے کا شوق زیادہ سے زیادہ پھیل رہا ہے۔ ہندوستان میں پہاڑوں پر چڑھنے کے اس بڑھتے ہوئے شوق کے بارے میں جواہر لال نہرو کا خیال دل میں لائے بغیر ہم کچھ سوچ نہیں سکتے۔ انھوں نے اپنی زندگی ہی میں اپنی کوششوں کا نتیجہ دیکھ بھی لیا اور یقیناً انھیں اس سے بہت تسلی تھی۔ جب ہی تو انھوں نے یہ لکھا "ہمالیہ ی... اس کی کشش سارے ہندوستان میں ہمارے نوجوانوں میں پھیل رہی ہے۔ یہ نشانی ہے۔ اُن کو اپنے کی اور اُس نئے جذبہ کی جو ہندوستان کی رگوں میں دوڑ رہا ہے۔"

ہیں۔ کچھ اسکول

انسٹی ٹیوٹ سے ضروری مدد سی ہے۔

ہو سکتا ہے کہ ہر ایک آدمی چوٹی پر نہ پہ

فائدے ہیں۔ پہاڑوں پر رہنا، اپنا بوریہ بستر لا

چاروں طرف اونچی نیچی زمین اور کھُردرا پن، م

بڑی نعمتیں ہیں۔

پہاڑوں پر سفر کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں

اونچائی پر جانے کی مہم میں چاہئے آپ کا سامان ا

چاہئیں تاکہ آپ اسے آپ اپنی کمر پر لاد کرلے جا سک

سوئٹر، ہوا بند صدری، ایک جوڑی کینوس کے جو

کا بستری تھیلا بھی چاہئے۔ کمر پر لٹکانے کا ایک تھیلا اور ایک ہلکی سی برساتی اور بس۔ یہ ہے پہاڑوں پر چھٹی منانے کے لئے کُل سامان۔ اگر آپ کے پاس کچھ اور پیسے ہوں تو ایک ہوا بھری گدی خرید لینا ی اچھا رہے گا۔ لیکن ان باتوں کا سب سے اچھا حل یہ ہے کہ آپ قریب کسی ماؤنٹینیرنگ کلب کا ممبر بن جائیں جو اپنے ممبروں کو سارا سامان کرایہ پر دے سکتی ہے۔ اگر ایسی کوئی کلب نہ ہو تو اچھا یہ ہوگا کہ آپ اس کے بارے میں اپنے جیسے خیال کے دوستوں سے بات چیت کریں اور ایسی کلب بنا لیں اور یاد رکھئے آپ ہمالیہ کے ملک کے رہنے والے ہیں جہاں پہاڑ پر چڑھنے کے سب سے زیادہ موقع ہیں۔ گنگا کی طرح ہمالیہ کا بھی ہندوستانیوں کو آپس میں ملانے اور ایک کرنے میں بڑا ہاتھ رہا ہے۔ جب آپ یاترا کے راستوں کو دیکھیں گے تب آپ اسے اچھی طرح سمجھیں گے۔ ملک کے الگ الگ حصوں سے، الگ الگ زبانیں بولنے والے، قسم قسم کا کھانا کھانے والے اور طرح طرح کا لباس پہننے لے ہمالیہ میں پُرانے مندروں تک پہنچنے کے لئے ساتھ ساتھ مل مل کر چڑھتے ہیں۔

اگر آپ کبھی دارجلنگ میں ہمالیین ماؤنٹینیرنگ انسٹی ٹیوٹ دیکھنے جائیں نکھ

ہوئی لکیروں کی ایک دیواری تصویر نظر آئے گی جس میں دو آدمیوں کو ایک چٹان پر چڑھتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ لیڈر جو ایک اونچی گگر پر ٹکا ہوا ہے اس کی کمر پر ایک رسی بندھی ہوئی ہے جس کا ایک سرا اس کے پیچھے آگے کو نکلی ہوئی ایک چٹان سے مضبوطی سے بندھا ہوا ہے اور رسی کا دوسرا سرا اس کے ساتھی کی کمر سے۔ پہاڑ پر چڑھنے والوں

برف پر مشق

منوج داس

وشنو پربھاکر

جگجیت سنگھ

کے۔ سی۔ کھنّہ

ئی کتاب 1.50

روستان کی ہر زبان میں دستیاب ہیں

اس سلسلے کی دوسری کتابیں

کتاب	مصنف
باپو (باتصویر سوانح عمری دو حصّوں میں)	ایف ۔ سی ۔ فری ٹاس
کشمیر	تصویریں : پی ۔ این شرما تحریر : مالا سنگھ
پرندوں کی دنیا	جمال آرا
ہماری ندیوں کی کہانی	لیلا مجمدار
ہمالیہ کی چوٹیوں پر	بریگیڈیر گیان سنگھ
جنّت کی سیر اور دوسری کہانیاں	لیلاوتی بھگوت
رسیلی کہانیاں	منوج داس
آزادی کی کہانی	وشنو پربھاکر
ہماری ریلویز	جگجیت سنگھ
ہندوستان میں غیر ملکی سیاح	کے ۔ سی ۔ کھنّہ

قیمت فی کتاب 1.50

یہ سب کتابیں ہندوستان کی ہر زبان میں دستیاب ہیں